مہر علی کتھے تیری ثنا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قبلہ عالم مجدد دین و ملت

واقف رموز معرفت حضرت علامہ سیدنا

پیر سید مہر علی شاہ صاحب

رحمۃ اللہ علیہ

جملہ حقوق بحق مصنّف محفوظ ہیں۔

نام کتاب	تذکرہ تاجدارِ گولڑہ
تالیف	محمد شباب القادری
ناشر	محمد مشتاق احمد
مطبع	اسلم عصمت پرنٹنگ پریس
قیمت	60 روپے

ناشر

مشتاق بک کارنر الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

تقریظ جمیل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

حضرت سیدنا پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ شریعت و طریقت کے امام علوم دینیہ کا بحر زخار مرشد طریقت تھے، انہوں نے تقریر و تحریر کے ذریعے مسلک اہل سنت و جماعت اور مسلک اولیاء کی تبلیغ فرمائی اور فرق باطلہ کا رد بھی فرمایا خصوصاً سیف چشتیائی اور شمس الہدایہ لکھ کر مرزائے قادیانی کے جھوٹے دعووں کی دھجیاں بکھیر دیں۔ مرزائے قادیانی نے یہ حماقت کی کہ حضرت پیر صاحب کو مناظرے کا چیلنج دے دیا۔ اس کا خیال یہ تھا کہ آپ چیلنج قبول نہیں کریں گے اور مجھے پروپیگنڈا کرنے کا موقع مل جائے گا کہ اگر سچے ہوتے تو میرے مقابلے پر آتے۔ حضرت نے چیلنج قبول کیا اور مقررہ تاریخ پر لاہور تشریف لے آئے، علماء کا جم غفیر بھی پہنچ گیا، مگر مرزا کو سامنے آنے کی جرأت نہ ہو سکی اس طرح اس کے جھوٹے دعوائے نبوت کا راز طشت از بام ہو گیا

پیش نظر رسالہ میں محمد شباب القادری صاحب نے سیدنا پیر مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ کے مختصر حالات بھی لکھے ہیں اور رد مرزائیت میں آپ کے کام کا جائزہ بھی لیا ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے مہر منیر اور آفتاب گولڑہ اور فتنہ مرزائیت سے استفادہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور علمی کام کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

محمد عبدالحکیم شرف قادری

۹ / محرم الحرام ۱۴۱۸ھ

۱۷ / مئی ۱۹۹۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شباب قادری کی علم دوستی
اور ادب پسندی قابل تعریف ہے
اللہ تعالیٰ ان کے ذوق اور دین کے ساتھ
رابطے کو قائم رکھے محمد حق
دیکر کرم فرماتے ہیں

کان اللہ لہ
تصدق حسین نصیر

۶۹۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ مصنف

تمام تر تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو مالک ہے ساری کائنات کا اور جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اور کروڑوں درود و سلام ہوں حضور صاحبِ لولاک ختم الرسل محبوبِ خدا حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کے اہل بیت پر جنہوں نے آقا و مولا کے دین کی خاطر اپنی جانوں کے نذرانے پیش کیے اور حضور پُر نور کے دین کو قیامت تک کیلئے بچا لیا اسی گھرانے سے نسبت رکھنے والے ایک بزرگوار نے دینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بچانے کے لیے اُمتِ مسلمہ کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا اور حضور کے خاتم النبیین ہونے کی گواہی پر اپنی جانوں کے نذرانے بھی پیش کیے، سادات کہ اس چشم و چراغ سے میری مراد محبوبِ سبحانی قطبِ ربانی شہبازِ لامکانی حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی المعروف حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لختِ جگر تاجدارِ گولڑہ سید نا پیر مہر علی شاہ صاحب چشتی گولڑوی بیالوی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ہیں۔

آپ کا سلسلہ نسب تقریباً ۱۳ واسطوں کے بعد حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے جا ملتا ہے۔ قبلہ عالم نے مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف اس وقت آواز بلند کی جب مرزا نے ختم نبوت کے فرمان کو اپنے پیروں تلے روندتے ہوئے قرآن و حدیث کے فرمان کو نہ مانتے ہوئے اپنی جھوٹی نبوت کا اعلان کیا اور انگریزوں

کے ہاتھوں فروخت ہونے کے بعد اچھائی کے بدلے بہت بڑی برائی مول لے لی۔
لیکن حضرت قبلہ عالم مجدد گولڑوی نے مرزا صاحب کو بے نقاب کر دیا۔ اور اس نبوت کے جھوٹے مدعی کا بڑے پُر زور طریقے سے مقابلہ کیا اور علمی لحاظ سے بھی اس کو شرمسار کر دیا۔ اور یہ ثابت کر دیا کہ جب بھی کسی نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر ڈاکہ ڈالنے کی کوشش کی تو آلِ رسول نے اسی وقت اس گستاخ کا علمی محاسبہ کیا، حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب نے تحریک ختم نبوت میں بڑے کارنامے سرانجام دیئے ہیں نے اس کتاب میں قبلہ عالم قدس سرہ کے بچپن کے حالات وواقعات اور کرامات کے ساتھ ساتھ حضرت کا قادیانی مذہب کو شکست دینے کا بھی ذکر ضروری سمجھا ہے یہ کتاب، تذکرہ تاجدار گولڑہ، تقریباً مہر منیر ہی سے لی گئی ہے اس کی تالیف کرنے کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ اکثر قارئین حضرت کی شخصیت سے ناواقف تھے، اور اگر کوئی حضرت سے واقفیت حاصل کرنا بھی چاہتا تو مہر منیر کی ضخامت دیکھ کر ہی گھبرا جاتا اسی لیے اس ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے اور قارئین کی بھرپور توجہ دلانے پر مختصر سا تذکرہ کر دیا گیا ہے اب فیصلہ ناظرین وقارئین نے کرنا ہے کہ میں اس کوشش میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں اس کتاب کی تمام تر خوبیاں حضرت قبلہ عالم کی توجہات کا نتیجہ ہوں گی اور جو کمزوریاں ہیں وہ فقیر کی علمی بے رضاعتی پر محمول کی جائیں، اور ان پر ضرور مطلع کیا جائے تاکہ آئندہ ایڈیشن میں ان کی اصلاح کی جائے اللہ رب العزت اس حقیر سی کاوش کو قبول فرمائے۔

آمین

از محمد شباب القادری رضوی عفی عنہ۔

درجات مہر علی

لکھ لیجئے لوحِ دل پہ با خطِ جلی
یہ بات جو کہہ گئے زمانے کے ولی
مِل جاتی ہے انساں کو فلاحِ دارین
گر حبِ نبی کے ساتھ ہو مہرِ علی

حدیث شریف

اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ

ترجمہ: اے اللہ تو اس سے محبت کر جو اِس سے (علیؓ سے) محبت کر اور اُس سے دشمنی کر جو علیؓ سے دشمنی رکھے۔

(رُباعیات رنگ نظام ص۷۴ تا ص۷۵)
(مصنف پیر سید نصیر الدین نصیر مدظلہ)

شجرہ نسب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

حضرت قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ جیلانی، رزاقی، قادری چشتی (نظامی، صابری) حنفی قدس سرہ کے نسب پاک کا سلسلہ پچیس ۲۵ واسطوں سے حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور چھتیس ۳۶ واسطوں سے حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔

اس کی تفصیل بحوالہ "مخازن النسب" مصنفہ میر عبدالحق بن میر سیف الدین قادری میں درج ہے۔

اس شجرہ نسب کے بارے میں خود حضرت قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ میں نے تحقیق کی ہے کہ میں سید ہوں یہ اس لئے فرمایا کہ بہت سے کم عقل لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ نے اپنے آپ کو سید نہیں لکھا بلکہ عقیدت مندوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو سید مشہور کر دیا ہے

شجرۂ نسب یوں ہے

سیّد مہر علی شاہ بن سیّد نذر دین شاہ بن سیّد غلام شاہ بن سیّد روشن دین شاہ بن سیّد عبدالرحمٰن نوری بن سیّد عنایت اللہ بن سیّد غیاث علی بن سیّد فتح اللہ بن سیّد اسداللہ بن سیّد فخر الدین بن سیّد احسان بن سیّد درگاہی بن سیّد جمال علی بن سیّد محمد جمال بن سیّد ابی محمد بن سیّد میراں محمد کلاں بن سیّد میراں شاہ قادر قمیص ساڈھوروی بن سیّد ابی الحیات بن سیّد تاج الدین بن سیّد بہاؤالدین بن سیّد جلال الدین بن سیّد داؤد بن سیّد علی بن سیّد ابی صالح نصر بن سیّد تاج الدین ابوبکر عبدالرزاق بن سیّدنا غوث الاعظم میراں محی الدین ابی محمد سیّد عبدالقادر جیلانی بن سیّد ابوصالح بن سیّد عبداللہ جیلی بن سیّد یحییٰ زاہد بن شمس الدین زکریا بن سیّد ابوبکر داؤد بن سیّد موسیٰ ثانی بن سیّد عبداللہ صالح بن سیّد موسیٰ الجون بن سیّد عبداللہ محض بن سیّد حسن مثنّیٰ بن سیّدنا امام حسن المجتبیٰ بن سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم (رضی اللہ عنہم اجمعین)

حضرت قبلۂ عالم کی والدہ ماجدہ بھی اسی خاندان پاک گیلانیہ میں سے تھیں جن کا شجرہ شریف مندرجہ ذیل ہے۔

حضرت معصومہ موصوفہ بنت پیر سیّد بہار شاہ بن سیّد شیر شاہ بن سیّد چراغ شاہ بن سیّد امیر شاہ بن سیّد عبداللہ شاہ بن سیّد مبارک شاہ بن سیّد حسین شاہ بن سیّد امیر شاہ بن سیّد محمد مقیم شاہ بن سیّد عبدالمعالی بن سیّد نور شاہ بن سیّد لعل بہاؤالدین المعروف بہاول شیر قادری سکنہ حجرہ شاہ مقیم

بن سیّد محمود بن سیّد علاؤالدین بن سیّد مسیح الدین بن سیّد صدرالدین بن سیّد ظہیر الدین بن سیّد شمس العارفین قادری بن سیّد مؤمن بن سیّد مشتاق بن سیّد علی بن سیّد ابی صالح نصر بن سید تاج الدین ابوبکر عبدالرزاق بن سیّدنا غوث الاعظم محی الدین ابی محمد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

یہ تھا حضرت قبلہ عالم پیر سیّد مہر علی شاہ صاحب گولڑہ شریف والوں کی والدہ ماجدہ اور آپ کا شجرہ نسب۔

حضرت قبلہ عالم کی ولادت باسعادت

حضرت قبلہ عالم پیر سیّد مہر علی شاہ قدس سرّہ یکم رمضان المبارک سنہ ۱۲۷۵ھ بمطابق ۱۴ اپریل سنہ ۱۸۵۹ء بروز سوموار پیدا ہوئے یہ وہ زمانہ تھا جب ہندوستان اپنی پہلی جنگ آزادی کے خونی ددرسے، جسے انگریز مورخین نے "غدر دہلی" کا نام دیا ہے، گذر کر مکمل طور پر انگریزوں کے پنجہ استبداد میں آچکا تھا سلطنت مغلیہ ہمیشہ کے لیئے دم توڑ چکی تھی۔ اور دین اسلام کی ہدایت و علم کے روشن چراغ انقلاب زمانہ کے ہاتھوں یا تو گل ہو چکے تھے یا قید و بند کی صعوبتوں میں ایام حیات گذار رہے تھے یا ترک وطن کر کے برصغیر سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو چکے تھے۔ ؂۱

؂۱ مہر منیر صفحہ ۶۱

آمد کی نوید

حضرت قبلۂ عالم کی ولادتِ باسعادت کے متعلق آپ کے خاندان میں پہلے سے ہی بشارتیں چلی آتی تھیں بعض روایات میں پایا جاتا ہے کہ آپ کے والد شریفین اور حضرت پیر سید فضل دین رحمتہ اللہ علیہ جو حضرت قبلہ عالمؒ کے والد ماجد کے ماموں اور حضرت کے شیخ طریقت بھی تھے۔ اور اس وقت اس خاندانِ شریف قادریہ کی مسندِ ارشاد پر بھی جلوہ فگن تھے۔ اس امر پر مطلع تھے کہ اس گھر میں ایک نورانی چراغ روشن ہونے والا ہے۔ نیز آپ کی ولادت سے چند روز پیشتر ایک عمر رسیدہ مجذوب خانقاہ میں آکر مقیم ہو گئے تھے۔ اور عنقریب پیدا ہونے والے مقبولِ خدا کی زیارت کا ذکر کرتے تھے چنانچہ جب حضرت تولد ہوئے تو یہ مجذوب حرم سرائے کی ڈیوڑھی میں پہنچے اور آپ کو باہر منگوا کر ہاتھ پاؤں چومے اور رخصت ہو گئے۔ سچ ہے مقبولانِ خدا بنتے نہیں بنائے جاتے ہیں۔

اسے معلوم نہیں یہ کیا ہونے والا ہے

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ابھی چار سال کی عمر کو نہ پہنچے تھے۔ اور عربی کا پہلا قاعدہ پڑھتے تھے کہ ایک روز گرمی کے موسم میں بڑے پیر صاحب یعنی حضرت پیر سید فضل دین نماز ظہر کی تیاری کے سلسلے میں باہر تشریف لے گئے تو آپ کو خانقاہ سے باہر والی جھاڑیوں میں قاعدہ لیے سوتے پایا۔ جگہ سایہ دار نہ تھی۔ اور زمین تمازتِ آفتاب سے تپ رہی تھی، بڑے پیر صاحب نے اسی وقت اپنے چھاتہ سے ان پر سایہ کیا اور اٹھوا کر گھر بھجوانے کے لیے خادم کو بلا بھیجا۔ جب تک خادم نہ آیا آپ سایہ کیے کھڑے رہے اور فرمایا یہ ابھی

معلوم نہیں کہ ایک روز یہ کیا ہونے والا ہے۔

بچپن میں عشق الٰہی کی سرگرمیاں

حضرت قبلہ عالم فرمایا کرتے تھے کہ بچپن میں مجھے آبادی سے ایک گونہ وحشت اور ویرانوں میں جی لگنے کا احساس ہوتا تھا۔ میں ابھی اتنا چھوٹا تھا کہ گھر کے دروازوں کی اندر والی درمیانی زنجیر تک میرا ہاتھ نہ پہنچتا تھا۔ اور میں بغیر کسی چیز پر کھڑے ہوئے زنجیر نہ کھول سکتا۔ اسی لیے شام کے وقت ایک پٹڑو کو دھکیل کر دروازہ کے قریب رکھ دیتا اور رات کو جب والدین سو جاتے تو اس پٹڑو پر چڑھ کر زنجیر کھول کر باہر نکل جاتا اور رات کا بیشتر حصہ سامنے والے پہاڑی نالہ کے کھڈوں اور جھاڑیوں میں گذارتا۔ کبھی ساتھ والے جنگل میں پھرتا رہتا۔ جب ذرا بڑا ہوا اس وحشت کے ساتھ ساتھ طبیعت میں گرمی اور حدت اس قدر زیادہ ہو جاتی کہ سخت گرمی کے ایام میں بھی بعض اوقات نالے کے ٹھنڈے پانی میں غسل کرتا اور یخ بستہ یعنی جمے ہوئے پانی کے ٹکڑوں کو جسم پر ملا کرتا۔ کبھی کافی رات گئے مطالعہ سے فارغ ہو کر کمرہ سے باہر نکلتا تو موسم سرما کی سرد پہاڑی ہوا کے جھونکوں سے ایسی تسکین ہوتی جیسے گرمیوں میں کسی تشنہ کام کو آبِ خنک سے ہوتی ہے۔

سات برس کی عمر میں بحالت خواب ابلیس سے قوت آزمائی

سیف چشتیائی اور ملفوظات طیبات میں درج ہے کہ سات برس کی عمر میں آپ کی خواب میں شیطان سے قوت آزمائی ہوئی۔ آپ فرماتے ہیں کہ خواب میں شیطان نے مجھے

کہا آؤ میرے ساتھ کشتی لڑو تو میں نے کہا آؤ جب میں اسے گرانے کے قریب ہوتا تو دل میں خوشی پیدا ہوتی کہ میں غالب آرہا ہوں مگر اچانک رُخ بدل جاتا وہ مجھے گرا لینے کے قریب ہوتا تو تائیدِ الٰہی سے میری زبان پر ! لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ جاری ہوجاتا اور وہ مغلوب ہونے لگتا۔ تین چار مرتبہ اسی طرح ہوا اور بالآخر اللہ تعالیٰ کی مدد سے میں اسے گرانے میں کامیاب ہوگیا۔

ابتدائے تعلیم آپ کو قرآن کریم پڑھنے کے لیے خانقاہ کے درس میں، اردو، فارسی پڑھنے کے لیے مدرسہ میں داخل کیا گیا، عمر اتنی کم تھی کہ خادم اٹھا کر آپ کو لے جاتا اور واپس لاتا۔

مدرسہ کے طلباء نے راولپنڈی جاکر امتحان دیا۔ آپ کو جمعہ چوکیدار اپنے کندھوں پر اٹھا کر لے گیا،

ممتحن انگریز تھا۔ اس نے سب سے پہلے آپ پر ہی سوال کیا کہ باید کا مصدر کیا ہے آپ نے صحیح جواب دیا۔ ممتحن نے ساری جماعت کو یہ کہہ کر پاس کردیا کہ جب اس قدر کم سن بچہ ایسا صحیح جواب دے رہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ استاد کی تعلیم اچھی ہے اور پوری جماعت لائق ہے

قرآن ناظرہ پڑھ کر حفظ ہوگیا

حافظہ کی یہ حالت تھی کہ قرآن مجید کا روزانہ سبق آپ زبانی یاد کرکے یعنی حفظ کرکے سُنا دیا کرتے تھے۔ جب قرآن مجید ختم کیا تو

اس وقت سارا قرآن آپ کو بلا ارادہ حفظ ہو چکا تھا۔ عربی فارسی اور صرف و نحو کی تعلیم کے لیے بڑے پیر صاحب نے علاقہ پکھلی (ہزارہ) کے مولوی غلام محی الدین کو مقرر فرمایا تھا، جنہوں نے آپ کو کافیہ تک تعلیم دی۔ آپ فرماتے تھے کہ ایک روز استاد صاحب نے پوچھا کہ مطالعہ کر کے آئے ہو یا نہیں ؟ مجھے اس وقت تک لفظ مطالعہ کا صحیح مطلب معلوم نہیں تھا، میں سمجھا مطالعہ زبانی یاد کرنے کو کہتے ہیں اس لیے اگلے روز تمام سبق زبانی سنایا تو استاد صاحب کی حیرانی کی انتہا نہ رہی۔

تم قصیدہ پڑھو میں قصیدہ والے کو بلاتا ہوں

اس نواح میں قصیدہ غوثیہ شریف کے ایک عامل نے لوگوں میں اپنا اثر و رسوخ اور وجاہت قائم کر رکھی تھی۔ یہاں تک کہ لوگ اسے دیکھتے ہی تعظیماً کھڑے ہو جاتے اور دست بوسی کرتے تھے۔ ایک روز وہ شخص انگہ کی مسجد میں آیا، سب لوگ تعظیماً کھڑے ہو گئے۔ مگر حضرت بیٹھے رہے اس نے چیں بہ جبیں ہو کر کہا، او لڑکے، کیا تو مجھے نہیں جانتا، پڑھوں قصیدہ؟ آپ نے فرمایا تم قصیدہ پڑھو اور میں قصیدہ والے کو بلاتا ہوں۔ ان الفاظ سے عامل صاحب پر ایک خاص کیفیت طاری ہو گئی اور اس نے معذرت کناں ہو کر آپکے پاؤں کو چھوا۔

ذہنی اور روحانی قویٰ کے ساتھ جسمانی طاقت

اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ ذہنی اور روحانی قوتوں کے ساتھ ساتھ حضرت قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جسمانی قوتوں سے بھی نوازا تھا۔ گو آپ کا بیشتر وقت تحصیل علم اور عبادتِ الٰہی میں بسر ہوتا تھا، اور شاید گھوڑے کی سواری کے علاوہ عمر بھر کسی دوسری ورزش کا اہتمام نہ ہو سکا، لیکن آپ کی صحت اور اعصاب باقاعدہ ورزش کرنے والوں سے کسی طرح کم نہ تھے حتیٰ کہ ساٹھ برس کی عمر تک آپ کے بازوؤں پر چٹکی نہیں لی جا سکتی تھی۔

جناب بابوجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک عقیدت مند پہلوان نے کشتی میں فتح و کامیابی کے لیے دعا کی استدعا کی تو فرمایا ذرا پاؤں تو دبا لو، دیکھیں تم میں کتنا زور ہے۔ اُس نے تھوڑی دیر تک پوری قوت سے پاؤں دبائے اور پھر اُس کا پسینہ چھوٹ نکلا مگر آپ خاموش بیٹھے رہے۔

آخر مسکرا کر فرمانے لگے، بس اسی بل بوتے پر پہلوانی کرتے ہو، حالانکہ وہ بہت مضبوط جسم اور طاقتور انسان تھا۔ علی گڑھ میں تعلیم سے فارغ ہو کر آپ نے کوئی سند وغیرہ حاصل نہ کی۔

اثنائے درس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایات

حضرت قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم حدیث پڑھتے تھے تو کبھی کبھی حدیث والے یعنی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی کرم فرماتے تھے، کیوں نہ ہو جب حدیث شریف کے ہر طالب صادق پر آنحضور صلی اللہ

علیہ وسلم خاص توجہ مبذول فرماتے ہیں۔ تو اپنے نورِ نظر اور لختِ جگر پر کیوں عنایات مبذول نہ فرماتے ہوں گے۔

میلے تماشوں سے نفرت

آپ فرماتے تھے ایک مرتبہ وائسرائے ہند کی آمد کے سلسلہ میں سہارنپور میں کئی روز تک جلسے تماشے ہوتے رہے۔ لوگ دور دور سے دیکھنے آتے تھے مگر میری طبیعت اس طرف متوجہ نہ ہوئی تھی۔ آخری رات مدرسہ کے قریب ہی آتشبازی کا پروگرام تھا۔ میں اپنے بالاخانے والی کھڑکی میں اپنی مستقل نشست سے اگر صرف ایک بالشت ہی آگے ہو کر تا تو سب کچھ بخوبی دیکھ سکتا تھا۔ مگر اس طرف طبیعت نے کوئی میلان یا رغبت محسوس نہ کی۔ اس لئے اپنی پرانی مستقل نشست پر ہی بیٹھا رہا اور کسی طرف توجہ نہ ہوئی، البتہ قوالی اور سماع میں بہت جی لگتا تھا، گلی میں ایک خوش آواز سرائندہ رہا کرتا تھا، کبھی فرصت میں اس کے پاس جا کر حسب حال شعر و اشعار سن کر دل بہلا لیا کرتا تھا۔

مراجعت وطن اجرائے درس و شادی خانہ آبادی

قبل ازیں ذکر آچکا ہے کہ حضرت پیر سید فضل دین شاہ گیلانی المعروف بڑے پیر صاحب نے جو حضرت قبلہ عالم حضرت سید پیر مہر علی شاہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے والد بزرگوار حضرت اجی صاحب کے ماموں اور سلسلہ عالیہ جدیہ میں حضرت قبلۂ عالم کے شیخ طریقت بھی تھے۔

۱۳۱۱ھ یعنی ۹۴-۱۸۹۳ء میں اور خود حضرت اجی صاحب پیر سید

نذر دین شاہ گیلانی نے ۱۳۲۳ھ یعنی ۱۹۰۵-۶ء میں انتقال فرمایا چنانچہ ۱۲۹۵ھ یعنی ۱۸۷۸ء میں جب آپ فارغ التحصیل ہو کر واپس وطن تشریف لائے تو ہر دو بزرگان بقیہ حیات تھے۔ اور ان کے زیر سایہ حضرت قبلہ عالم ہر قسم کے معاشی و دیگر تفکرات سے آزاد رہتے ہوئے، درس و تدریس اور ریاضات و مجاہدات میں مصروف رہے۔ ان ہی ایام میں آپ کی شادی خانہ آبادی اپنے ننھال میں سید چراغ علی شاہ کی دختر نیک اختر سے بمقام حسن ابدال ہوئی، حضرت کی نانی صاحبہ، حضرت مخدوم جہانیاں سید جلال بخاری اوچی کی اولاد میں سے تھیں۔ صاحب تحفہ نے مظہر جلالی وغیرہ کتب کے حوالہ سے حضرت مخدوم جہانیاں کے متعلق لکھا ہے کہ جب آپ روضۂ اقدس سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہوئے تو مدینہ عالیہ کے بعض سادات کرام نے آپ سے سید ہونے کی سند مانگی آپنے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں جا کر عرض کی۔

السلام علیک یا جدی تو روضۂ اقدس سے آواز آئی وعلیک السلام یا ولدی جسے سن کر معترضین دم بخود رہ گئے۔

اور آپ کی شرافت و سیادت کے قائل ہو کر بیحد تعظیم و تکریم بجالاتے۔

اعلیٰ حضرت سیالوی سے بیعت

انگہ میں حصول تعلیم کے دوران اپنے استاد جناب حافظ سلطان محمود رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت میں آپ کو کئی مرتبہ حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی قدس العزیز کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقعہ ملا۔ جناب خواجہ صاحب بھی حضرت پر خاص شفقت فرماتے تھے۔

چنانچہ ہندوستان سے جب آپ فارغ التحصیل ہوکر واپس پہنچے تو سیال شریف حاضر ہوکر سلسلۂ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت خواجہ صاحب سیالوی کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے جیسا کہ پہلے عرض ہو چکا ہے سلسلہ عالیہ قادریہ جدیہ میں آپ اپنے خاندان میں ہی بیعت تھے۔

ایران میں اونگھتے مرید کو اشارہ کرکے لاری کے حادثہ سے بچالیا

حاجی محمد ایوب صاحب سیٹھی (پشاور) رات کے وقت ایران میں سفر کر رہے تھے۔ نیند کے غلبہ میں اونگھ رہے تھے۔ خواب میں دیکھا کہ حضرت قبلہ عالم حضرت پیر مہر علی شاہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمارہے ہیں۔ لاری کو روکو آگے گڑھا ہے۔ انہوں نے فوراً لاری کو رکوایا اور اتر کر دیکھا تو صرف چند گز کے فاصلہ پر سامنے ایک بہت بڑا گڑھا موجود تھا۔

متعلقین سے وفاداری کا معاملہ

حضرت کی عادت مبارک تھی کہ اپنے متعلقین سے نہایت وفاداری کا معاملہ فرماتے تھے ہمیشہ انہیں نصح اور خیر خواہی سے نوازتے۔ ان کے حالات دریافت فرماتے۔ ان پر اس قدر نوازش فرماتے کہ لوگ آپ کو محض پیر ہی نہیں بلکہ اپنا ملجا و ماویٰ اور سب سے زیادہ خیر خواہ سمجھتے تھے ہر غم کی کشادگی ہر درد کی دوا ہر تکلیف کا مداوا حضرت کی ذات تھی۔

ایک دفعہ مجھے عرق النسا کی تکلیف ہوئی۔ یہاں تک کہ چارپائی سے اٹھنا دشوار ہو گیا۔ درد کی شدت کے باعث غشی طاری ہو جاتی تھی کروٹ بدلنے کی بھی ہمت نہ تھی انہی دنوں حضرت کو پاک پتن تشریف لے جاتے ہوئے ٹھٹھہ محبوب میں قیام فرمانا تھا۔ جہاں پر حاضری میری عادت مستمرہ تھی مگر تکلیف کی وجہ سے حاضری محال۔ طلبہ کی ایک جماعت آپ کی خدمت میں وہاں حاضر ہوئی تو حضرت نے استفسار فرمایا۔ تمہارا مولوی کہاں ہے انہوں نے میری حالت بیان کی۔ آپ نے اس وقت شیخ احمد مرحوم کو فرمایا کہ ایسے سوت کی سات تاندیں لاؤ جس کے کاتنے والی عورت کا باپ اور خسر دونوں زندہ ہوں، وہ منگوا کر ان پر دم کر کے اور چند گانٹھیں لگا کر طلبہ کو دیں اور فرمایا کہ انہیں مولوی صاحب کے گلے میں باندھا جائے۔ اتفاقاً مجھے اس شام نیند آ گئی خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت گلاس اور بوتل ہاتھ میں لیے مجھے دوا پلا رہے ہیں۔ میں گھبرا کر اٹھ بیٹھا چند منٹ بعد

پھر نیند آگئی اور دوبارہ وہی حالت دیکھی۔ اس کے بعد میں نے محسوس کیا کہ درد جاتا رہا اور جسم میں ایک گونہ طاقت بھی آگئی ہے۔ فوراً حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے کو تیار ہوگیا۔ اور دوسرے روز صبح کے وقت سنادال ریلوے اسٹیشن پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی قدم بوسی کے لیے کھڑا تھا حضرت تشریف لائے تو دور ہی سے فرمایا۔ سنا ہے تم بیمار ہوگئے ہو۔ میں نے عرض کیا آپ نے بے توجہی جو فرمائی تھی بیمار کیوں نہ ہوتا۔ فرمایا کیا توجہ نہیں کی؟ میں نے عرض کیا تو پھر کیا میں حاضر نہیں ہوگیا۔

مہر منیر از مولانا محمد فیض احمد فیض ص ۳۱۳

خواب میں اشارہ فرما کر قتل سے بچا لیا

اس سے کچھ عرصہ پہلے یہ خان صاحب سیالکوٹ میں کچھ سکھ ڈاکوؤں کو بطور مشتبہ بٹھا کر تفتیش کر رہے تھے ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضرت قبلۂ عالم فرما رہے ہیں۔ اپنی حفاظت کرو سکھ تمہیں قتل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ اُٹھ کر صحن مکان میں ایک گھنے درخت پر چڑھ گئے، تھوڑی دیر بعد وہ لوگ برچھیوں اور کلہاڑیوں سے مسلح ہو کر ان کے بستر پر آئے اور اسے خالی پا کر کمروں اور غسل خانوں میں تلاش کرتے رہے، اور پھر مایوس ہو کر چلے گئے۔ حضرت قبلہ عالم پیر سیّد مہر علی شاہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے ایک صاحبزادے تھے۔ جن کا نام حضرت بابو جی سرکار تھا۔

آپ کو ریل گاڑی چلتے ہوئے دیکھ کر بڑی خوشی ہوا کرتی تھی۔ ایک دفعہ آپ اسٹیشن پر گاڑی کو دیکھنے کے لیے گئے تو ریل گاڑی وہاں سے نہ چلی کافی دیر کھڑے ہونے کے باوجود بھی جب گاڑی نہ چلی تو آپ واپس ہوئے اور رونا شروع کر دیا۔

جب آپ واپس ہوئے ساتھ ہی ریل گاڑی نے چلنا شروع کر دیا، تو آپ بہت خوش ہوئے۔

اولاد و احفاد

حضرت قبلۂ عالم پیر سید مہر علی شاہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے ایک صاحبزادے تھے، جن کا نام رہتی دنیا تک رہے گا، پیر سید غلام محی الدین شاہ المعروف قبلہ بابوجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ سیرت و کردار میں بالکل قبلۂ عالم کی طرح تھے، قبلہ بابوجیؒ بچپن میں ہی والدِ گرامی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے نقشِ قدم پر چلنے لگے۔ اور بچپن ہی سے عاجزی و انکساری کو اپنایا اور ساری زندگی اسی طرح بسر کی آپ نے کبھی کسی کو حقارت کی نظروں سے نہیں دیکھا اور نہ ہی آپ نے اپنی بزرگی کسی پر ظاہر کی۔ اگر کوئی عقیدت مند آپ کے سامنے آپ کی تعریف بیان کرتا تو آپ سختی سے اس کو منع فرما دیتے اور فرماتے کہ تم لوگ ایسا کیوں کرتے ہو میرے اندر کوئی ایسی بات نہیں کہ میں تم سے اپنی بزرگی منواتا پھروں۔ حضرت قبلہ بابوجی نے ابتداء ہی سے عاجزی اپنائی اور تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ فرمائی۔

قبلہؒ بابوجی سرکار کو ریل گاڑی کے انجن سے بڑا لگاؤ تھا اور آپ کئی مرتبہ ریل کا انجن دیکھنے کیلئے ریلوے اسٹیشن پر آمد و رفت کی اس وجہ سے ڈرائیور انجن بھی آپ سے بڑے مانوس ہوتے تھے، اس وقت کے ریل ڈرائیور بھی انگریز ہوا کرتے تھے۔ ایک دفعہ کسی نے کہا کہ حضور آپ اس کالے کلوٹے انجن کو کیوں پسند فرماتے ہیں اور اسے محبوب رکھتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ

ا؎ از مولانا فیض احمد فیض مصنف مہر منیر ص ۳۶۷

www.nafseislam.com

مجھے اس کی چار باتیں اچھی لگتی ہیں وہ یہ کہ اس میں جتنی آگ کو بڑھاؤ اتنا ہی یہ تیز چلتا ہے اور دوسری یہ کہ اس کے ساتھ ریل کا ڈبہ ہو یا مال گاڑی کا ڈبہ ہو وہ اپنے ساتھیوں کو بھی ساتھ ساتھ رکھتا ہے تیسری یہ کہ خود تو جلتا ہے لیکن دوسروں کو آرام پہنچاتا ہے لیعنی کہ ان کو ان کی منزل پر پہنچا دیتا ہے قبلہ بابوجی بھی والدِ گرامی کی طرح شرم و حیا کے پیکر تھے۔

آپ کو شروع ہی سے عبادات و ریاضات کرنے کا شوق اور سیر و سیاحت کا بھی شوق تھا اور کیوں نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ بھی زمین میں سیر و سیاحت کرنے کا حکم ارشاد فرماتا ہے۔ کہ سیر کرو زمین میں کہ تم عبرت پکڑو۔

قبلۂ عالم کے بعد آپ نے اسی طرح کے معمولات کو اپنایا اور ہمیشہ اسی پر اکتفا کیا آپ نے ہر مسئلہ میں قبلۂ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسلک کو بہتر جانا اور اسی پر عمل پیرا رہے۔

معاندین سے حسن سلوک

مخلصین سے زیادہ معاندین کے ساتھ حسن سلوک کی عادت کریمہ تھی۔

ایک دفعہ ایک صاحب حضرت قبلۂ عالم آفتاب گولڑہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایک روپیہ نذر رکھ کر مناسب مقام پر بیٹھ گیا۔ جب نذر بردار نذر اٹھانے کے لیے آیا تو آپ نے خلافِ عادت اسے فرمایا کہ اس روپیہ کو پڑا رہنے دو۔ جب تمام لوگ اپنی حاجات پیش کر کے چلے گئے تو ان صاحب کو بلایا اور دریافت فرمایا کیسے آئے ہو۔ اس نے عرض کی کہ فلاں تحصیلدار جو آپ کا مخلص ہے، اسکی طرف سفارشی نامہ لکھوانا ہے۔ آپ نے کاغذ قلم منگوا کر اپنے ہاتھ سے

اس تحصیلدار کی طرف خط لکھ کر انہیں دیا اور ہدایت فرمائی کہ یہ خط ان کو کچہری میں نہ دینا جب وہ گھر آئیں تو پھر یہ خط ان کو میری طرف سے دے دینا جب وہ روانہ ہونے لگا تو آپ نے اس کو اس کا روپیہ واپس فرمادیا۔ اس نے بہت اصرار کیا مگر آپ نے اس کا روپیہ اسے واپس کیا۔ جب وہ شخص چلا گیا تو میں نے روپیہ واپس کرنے کا سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ شخص مجھے ہمیشہ برے الفاظ سے یاد کرتا تھا۔ اور اس نے روپیہ اس لیے رکھا تھا کہ وہ یہ نظر دے کر سفارش کروانے میں کامیاب ہو جائے گا۔ تو لہذا میں نے اسے سفارش نامہ بھی تحریر کردیا اور اس کا روپیہ اسے واپس کردیا۔

حضرت کی سخاوت

سخاوت بہت پوشیدہ طور پر کرتے تھے ایک دفعہ بعد نماز عصر مسجد میں تشریف فرما تھے۔ ملنے والے رخصت ہو کر چلے گئے میں اکیلا پاس بیٹھا تھا۔ مجھے قریب بلا کر ایک کاغذ کی تھیلی سی دی کہ اس شخص کو دے آؤ جو لنگر کے دروازہ پر کھڑا ہے۔ میں جا کر دے آیا۔ میں اسے جانتا نہیں تھا لیکن وہ ضرور کوئی سفید پوش ضرورت مند تھا۔

مہر منیر از فیض احمد فیض صـ ۳۱۱ طبع لاہور

قادیانیت کی شرانگیزیاں اور حضرت صاحب کا علمی محاسبہ

"تاریخ اسلام کے ہر دور میں چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی کی آویزش رہی ہے۔ کہیں اس نے مسیلمہ کذاب کا روپ دھارا تو کہیں مرزا غلام احمد قادیانی کی شکل اختیار کی۔ منصب نبوت کو ایک کاروبار بنا کر برطانوی سامراج کے مذموم عزائم کی تکمیل کا سہرا بھی قادیانی ذریت کے سر ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوئے نبوت کے بعد قادیانی جماعت کے کئی افراد نے نبوت کے دعوے کر کے ملت اسلامیہ کی وحدت پارہ پارہ کرنے کی سازش کی۔ ان میں سے کچھ تو ذہنی طور پر مفلوج تھے۔ لیکن اکثریت نہایت عیار اور صریح فریب کاروں کی تھی۔ جنہوں نے اپنے روحانی باپ مرزا غلام احمد قادیانی کے لب و لہجہ میں گفتگو کر کے عالم اسلام کے مذہبی جذبات کو مجروح کیا۔ اس نوع کے گھٹیا الہامات شائع کئے اور اسی رخ سے سیاسی کھیل کھیلا۔ ان میں چراغ دین جمونی، احمد نور کابلی، عبد اللطیف، فضل احمد وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں اس کے علاوہ ملہم مبشر، مامور من اللہ مہدی، یوسف موعود، مصلح موعود، مبشر فرزند کے دعویدار تو اتنے سارے کذاب گذرے ہیں کہ جن کا شمار مشکل ہے، جنہوں نے ضعیف العقیدہ لوگوں کو ورغلا کر گمراہ کیا، روپے پیسے بٹورے نے اور دنیا کے عارضی مزے لوٹنے کے لیے وحی کے تقدس کو پامال کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔

جب مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی ذریت کے تمام سیاسی عزائم اور انگریز سے ناجائز تعلقات کے خفیہ راز فاش ہوئے تو برصغیر کے علماء حق نے اس خطرناک فتنے کا ایسے انداز میں محاسبہ و تجزیہ کیا کہ ملت اسلامیہ کے پیروکار قادیانیت کے دجل و فریب اور ان کے کفریہ عقائد و سیاسی عزائم سے چوکنا ہو گئے ان میں برصغیر کے علماء میں حضرت قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ گولڑی چشتی سیالوی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا نام فہرست میں پہلے نمبر پر آتا ہے کیونکہ حضرت نے ختم نبوت کے لیے دن رات ایک کر دیا تھا جس کا اندازہ آپ حضرات کو اگلے صفحوں کے مطالعہ کرنے کے بعد ہوگا کہ حضرت نے کس طرح ان کو شکست دی ہے۔

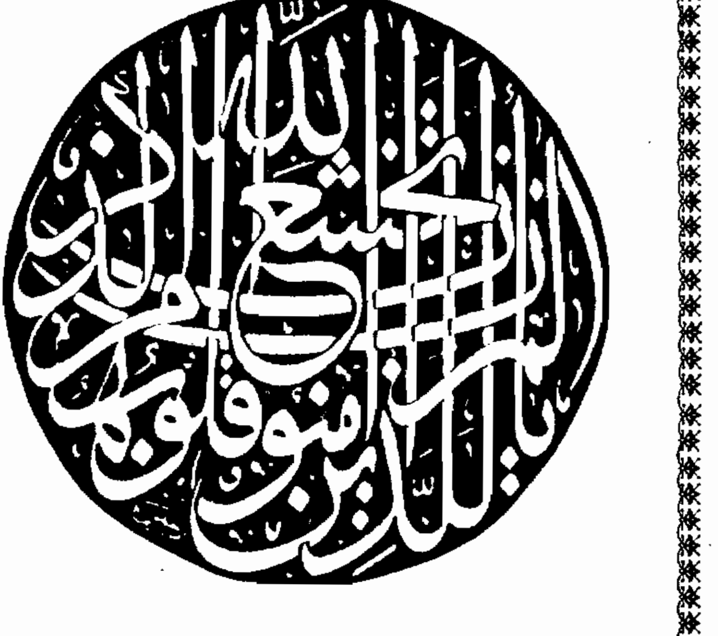

آفتابِ گولڑہ اور فتنہ مرزائیت، ردِ قادیانیت کی جانب

۱۸۹۰ء میں حج کے موقعہ پر جب آپ نے حجازِ مقدس ہی میں سکونت پذیر ہونے کا ارادہ فرمایا تو حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے بنا بر کشف آگاہ ہو کر فرمایا تھا کہ عنقریب سرزمین ہند میں ایک بہت بڑا فتنہ ظاہر ہونے والا ہے جس کا سدِ باب آپ کی ذات سے متعلق ہے۔ اگر اس وقت آپ اپنے وطن میں بالفرض خاموش بھی بیٹھے رہے تو بھی ملک کے علماء اس فتنہ کی زد سے محفوظ رہیں گے۔ چنانچہ بعد ازاں وطن لوٹنے پر مکاشفات و مشاہدات کے ذریعہ آپ کو معلوم ہوا کہ اس فتنہ سے مراد قادیانیت تھا۔ کیونکہ حضرت حاجی صاحبؒ کی پیش گوئی کے مطابق اگلے ہی سال یعنی ۱۸۹۱ء میں مرزا صاحب نے مناظر اسلام مامور اور مجدد کے دعووں سے آگے قدم بڑھا کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے اور نزول سے انکار کر کے ان کی موت اور اپنے مسیح موعود ہونے کا اعلان کر دیا۔ ملفوظاتِ طیبات میں درج ہے کہ حضرت قبلہ عالم سید پیر مہر علی شاہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ عالم رویا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مرزائے قادیانی کی تردید کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ شخص میری احادیث کو تاویل کی قینچی سے کتر رہا ہے اور تم خاموش بیٹھے ہو۔

ایک کشف کے متعلق حضرت کی قلمی تحریر:

ایک اور کشف کے متعلق حضرت قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ صاحب رضی اللہ

www.nafseislam.com

تعالیٰ عنہ کی ایک خود نوشتہ یاد داشت آپ کے قدیم مسودات میں موجود پائی گئی ہے جس کا متعلقہ حصہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

"در ایام ارادۂ اجابت دعوت مرزا غلام احمد قادیانی کہ ظاہراً بغرض تحقیق حق بذریعہ اشتہارات نمودہ بود بایں نعمت عظمیٰ مشرف شدم در حالتے کہ چشمان خود بند نمودہ بحالت بیداری در حجرہ تنہا نشستہ بودم کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را دیدم کہ بر ہیئت قعدہ جلوس فرما ہستند و بفاصلۂ چہار بالشت ایں آثم نیز بہ ہماں ہیئت بمقابل محاذاۃ تامہ مثل جلوس مرید بخدمت شیخ حاضر است و غلام احمد بعید تر ازیں مکان رو بمشرق و پشت کردہ بجانب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نشستہ است بعد ازیں رویت بہ لاہور بمعہ احباب رسیدم حسب وعدہ موکدہ خود المشتمل لعنۃ اللہ علی من تخلف و ابی، تخلف ورزید و بہ لاہور نیامد"۔

ترجمہ: جن دنوں مرزا غلام احمد قادیانی نے بظاہر تحقیق حق کی غرض سے اشتہارات کے ذریعہ دعوت دی تھی، اور میں اسے منظور کرنے کا ارادہ کر رہا تھا، مجھے اس نعمت عظمیٰ کا شرف حاصل ہو کہ میں اپنے حجرہ میں بحالت بیداری آنکھیں بند کیے تنہا بیٹھا تھا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ قعدہ کی حالت میں جلوس فرما ہیں۔

اور یہ عاصی بھی چار بالشت کے فاصلہ پر اسی حالت میں باادب تمام شیخ کی خدمت میں مرید کی حاضری کی طرح بالمقابل بیٹھا ہے، اور غلام احمد اس جگہ سے دور مشرق کی طرف منہ کئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پشت کر کے بیٹھا ہے۔ اس رویت کے بعد میں بمعہ احباب لاہور پہنچا، لیکن مرزا اپنے تاکیدی وعدہ سے (مشتمل انکار کرنے اور پھر جانے والے پر خدا کی لعنت ہو) پھر گیا اور لاہور نہ آیا۔" ان مکاشفات و مشاہدات کے علاوہ حضرت نے سیف چشتیائی" میں

دجال" کے متعلق اپنے بچپن کا ایک خواب بھی بیان فرمایا ہے جو بدیں مضمون ہے :۔

" اس نیاز مند نے بلوغت سے قبل جب کہ احادیث دجال کا نام تک بھی نہ سُنا تھا، دجال کو خواب میں مشرقی جانب سے آتا ہوا دیکھا۔ دائیں آنکھ اس کی پھوٹی ہوئی تھی۔ اس نے مجھے کہا کہ کہو خدا ایک نہیں۔ میں نے سخت غصے سے جواب دیا کہ مردود، خُدا ایک ہی ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ پھر اس نے چند قدم میری طرف بڑھ کر مجھ پر تلوار کا وار کیا مگر اس کا وار خطا ہو کر تلوار اس کی میرے سر سے گزرتی ہوئی زمین پر جا پڑی پھر وہ پیچھے کو مینڈھے کی طرح اپنی قدموں پر ہٹ کر پہلی جگہ پر کھڑا ہوا اور پھر وہی کلمہ اس نے کہا۔

اور بجواب اس کے میں نے بھی وہی کہا جو پہلے کہا تھا۔ پھر اس نے دوبارہ میرے گلے پر تلوار کا وار کیا۔ مگر وہ خطا ہو کر تلوار زمین پر جا پڑی۔ تیسری دفعہ پھر ایسا ہی ہوا بلکہ اس دفعہ تو قبضہ اس کے ہاتھ میں رہا اور تلوار قبضہ سے نکل کر زمین پر جا پڑی۔ تینوں دفعہ بغیر اس کے کہ میں نے سر خم کیا ہو تلوار اس کی میرے سر کے اوپر سے گذرتی رہی۔

آفتاب گولڑہ اور فتنۂ مرزائیت صـ ۱۳

قادیانی دعوت نامہ اور حضرت قبلۂ عالم قدس سرہٗ کا خطاب

مرزا صاحب کا ایک مطبوعہ دعوت نامہ ان کے پیرو مولوی عبدالکریم سیالکوٹی نے حضرت قبلۂ عالم قدس سرہٗ کی خدمت میں بھیجا دعوت نامہ کا مضمون یہ تھا کہ میں مسیح مدعود ہوں۔ اور خدائے تعالیٰ کی طرف سے احیائے دین اور عروج اسلام کے لیے مامور کیا گیا ہوں۔

آپ اس مشن میں میری اعانت کریں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں لکھوایا کہ میں آپ کو مسیح مدعود اور مامور من اللہ نہیں مانتا۔ آپ اپنی توجہ حسب سابق غیر مسلموں کے ساتھ مناظرات اور تبلیغ اسلام پر مرکوز رکھیں اور عند اللہ ماجود ہوں۔

مشائخ طریقت کو چیلنج

مرزا صاحب عوام الناس پر مشائخ طریقت اور سجادہ نشینوں، کے ہمہ گیر اثر سے بخوبی واقف تھے۔ اس لیے ان کی انتہائی کوشش رہی کہ کسی نہ کسی طرح کوئی درویش صفت اور سادہ لوح گدی نشین، ان کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو جائے اور ان کے مشن کو تقویت پہنچے لیکن اس میں ان کو کامیابی نہ ہوئی۔ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ جہاں تک ایمان وعقائد کا تعلق ہے بزرگان دین کی کم علم اولاد بھی اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہتی ہے اسی لیے جب ہر طرف سے مایوسی ہوئی تو "ایام الصلح" میں مرزا صاحب نے مشائخ پر بہ طریق ذیل اپنا غبار نکالا۔

اس وقت آسمان کے نیچے کسی کی مجال نہیں جو میری برابری کی لاف مار

سکے۔ میں اعلانیہ اور بلا کسی خوف کے کہتا ہوں کہ اے مسلمانو!
تم میں بعض لوگ محدثیت اور مفسریت کے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں۔ اور بعض از راہ ناز زمین پر پاؤں بھی نہیں رکھتے اور کئی خدا شناسی کا دم مارتے ہیں، اور چشتی اور قادری اور نقشبندی اور سہروردی اور کیا کیا کہلاتے ہیں۔ ذرا ان سب کو میرے سامنے تو لاؤ۔

شمس الہدایت کا طلوع:

جب مرزا صاحب اور ان کے نئے مذہب کا زیادہ چرچا ہوا اور ظاہر بین لوگ متاثر ہونے لگے تو علماء کی درخواست پر حضرت قبلۂ عالم سید پیر مہر علی شاہ صاحبؒ اس طرف متوجہ ہوئے۔ اور باطنی ارشادات کی تعمیل میں ۱۳۱۷ھ یعنی ۱۸۹۹-۱۹۰۰ء ماہ شعبان و رمضان المبارک میں اوراد و اشغال روزمرہ سے کچھ وقت بچا کر کے ایک رسالہ بعنوان "شمس الہدایت فی اثبات حیات المسیح" منشی عبد الجبار کاتب اخبار چودھویں صدی راولپنڈی کو قلمبند کرایا جو رمضان شریف ہی میں طبع ہو کر سارے ہندوستان کے علماء و مشائخ میں تقسیم کرا دیا گیا۔ اور ایک کاپی بذریعہ رجسٹری مرزا صاحب کو بھی قادیان میں ارسال کر دی گئی۔
اس کتاب میں حضرت قبلۂ عالم قدس سرہٗ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر زندہ اٹھائے جانے اور قیامت کے قریب بجسد عنصری زمین پر نازل ہو کر اسلام کی عزت کا باعث ہونے کو قرآن کریم اور صحیح احادیث سے ثابت فرماتے ہوئے امت اسلامیہ کے اجماعی اور متفق علیہ عقائد میں قرار دیا ہے نیز ثابت کیا ہے کہ ان کی موت اور ان کے مثیل کے دنیا میں بطور مسیح موعود آنے کے قادیانی

عقائد غلط اور باطل ہیں۔

"شمس الہدایۃ" کے آغاز میں آپ نے مرزا صاحب کی "ایام الصلح" والی تعلّی کے مقابلہ میں ان سے کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کے معنی دریافت کئے ہیں، جس کا وہ صحیح جواب نہ دے سکا کلمہ طیبہ کا صحیح مطلب آپ نے اپنی تصنیف سیف چشتیائی میں سمجھایا۔ شوق ہو تو وہاں دیکھ لیں۔

قادیان میں تہلکہ

شمس الہدایۃ کے مندرجات منقولات اور اس کے مؤلف رحمۃ اللہ علیہ کی خداداد علمی و عارفانہ شہرت اور عوامی عقیدت ایسی چیزیں نہ تھیں جس سے قادیان میں تہلکہ نہ مچ جاتا۔ مرزا صاحب کے حواریوں نے خود لکھا ہے کہ کتاب کا شائع ہونا تھا کہ ملک کے طول و عرض میں ایک شور برپا ہوگیا۔

خصوصًا کلمہ طیبہ کے معانی کے سوال پر علمائے اسلام بھی دنگ رہ گئے۔ طبقہ علماء میں شمس الہدایۃ کی قدر دانی کا اندازہ اس امر سے ہوسکتا ہے کہ اہل حدیث کے پیشوا مولوی عبد الجبار غزنوی نے اس کے مطالعہ کے بعد حضرت کو مندرجہ ذیل خط تحریر کیا۔

مولوی عبد الجبّار غزنوی کا خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مرجع خیرات و برکات منبع حسنات و فیوضات حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب، لازال للدّین والاسلام ناصرًا وللالحاد والزندقۃ کاسرًا،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، بعد از سلام مسنون داد عیہ اجابت مقرون معروض خاطر انوار مظاہر آنکہ ہرچند لقائے جسمانی و ملاقات ظاہری بحکم الامور مرہونتہ باوقاتہا بالفضل درزاویہ تعطیل و ناچیہ تا دیل است

مگر تعارف روحانی یوم میثاق بحکم الارواح۔
جنود مجندۃ فما تعارف منھا ائتلف وما تناکر منھا
اختلف موجب الفت و مورد محبت است کتاب شمس الہدایت در ردِ
ملاحدہ دہر و زنادقہ عصر خذلھم اللہ از نظر احقر گذشت از مطالعہ اش
حظ وافر و خیر ظاہر بر داشتم کثر اللہ تعالیٰ امثالکم و نور حالکم وجعل
الیٰ کل خیرٍ مالکم۔ رسالہ فارسی آں مکرم را ظمآن و تشنہ لبانم۔
ترجمہ: ہر چند ظاہری ملاقات نہیں ہوئی، مگر روز میثاق کا روحانی
تعارف بصداق حدیث شریف موجب محبت ہے، کتاب شمس الہدایۃ کے مطالعہ
سے میں نے حظ وافر اور خیر ظاہر حاصل کیا ہے۔

آپ کے فارسی رسالہ کے مطالعہ کا اشتیاق ہے آپکے فارسی رسالہ
سے مراد حضرت قبلہ عالم قدس سرہٗ کی کتاب تحقیق الحق ہے۔ جب مرزا صاحب
کو اس معرکہ میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا تو اس کے مرید خاص حکیم نور دین نے خفت
مٹانے کے لیے پیر صاحب کو بارہ سوالات برائے جوابات لکھ بھیجے۔

سوالات اور جوابات ملاحظہ ہوں۔

حکیم نورالدین کے بارہ سوالات

۲۰ فروری سنہ ۱۹۰۰ء کو حکیم نورالدین نے حضرت قبلہ سید پیر مہر علی شاہ صاحب
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک خط بھیجا جس میں بارہ سوالات دیکھنے کا اتفاق ہوا
تھا۔ کہ مجھے جناب کے ساتھ بڑا احسن ظن تھا۔ اور قریب تھا کہ میں خود حاضر

لہ یہ بات حاجی نواب دین گولڑوی اپنی کتاب آفتاب گولڑہ میں بیان فرماتے ہیں۔

ہوتا لیکن اس اثنا میں جناب کی کتاب دیکھنے کا اتفاق ہوا، جس میں جناب بالکل مولویوں اور منطقیوں کے رنگ میں جلوہ گر ہوئے ہیں، اور صوفیوں کے مشرب کی ذرہ بھر بھی جھلک نہیں دی۔ سبحان اللہ میں نے بار ہا سنا کہ جناب فتوحات مکیہ کے غواص ہیں۔ مگر کتاب میں صفحہ نمبر ۴۹ تک صرف ایک جگہ شیخ اکبر کا ذکر"

حکیم صاحب کے کچھ سوالات تو تفسیر ابن جریر اور تاریخ کبیر بخاری کے حوالہ جات کی نسبت تھے کہ آیا اس زمانہ میں یہ ناپید کتابیں آپ کے کتب خانہ میں ہیں؛ اور تفسیر ابن جریر کی مثل پانچ چھ تفسیروں کے نام دریافت کئے تھے باقی سوالات کا خلاصہ یہ ہے۔

سوال: کلی طبعی جناب کے نزدیک موجود فی الخارج ہے یا نہیں تشخص متشخص کا عین ہے یا غیر؟

سوال: تجدد امثال کا مسئلہ صحیح ہے یا غلط؟

سوال: زید۔ عمرو یا نورالدین جزئیات انسانیہ اس محسوس منبہ جسم عنصری کا محدود نام ہے یا وہ کوئی اور چیز ہے جس کے لیے یہ جسم بطور لباس ہے؟

سوال: انبیاء، اولیاء انواع ذنوب و خطایا سے محفوظ نہیں یا ہیں۔ کتاب یا سنت سے کوئی قوی دلیل چاہیے؟

سوال: الہام و کشف و رویائے صالحہ کیا چیز ہیں، ان سے ہم فائدہ اٹھا سکتے ہیں یا نہیں؟

سوال: عقل قانون قدرت کے سامنے اس قابل نہیں کہ ان کا نام لیا جائے، تعارض عقل و نقل کے وقت کونسی راہ اختیار کی جائے؟

سوال : تصحیح احادیث رواۃ کو دیکھ کر آج کل ہم اور آپ بھی کر سکتے ہیں یا نہیں؟

سوال : تفسیر بالرائے اور متشابہات کے کیا معنی ہیں؟ اور ایک سوال بعض احادیث مندرجہ شمس الہدایت کے استخراج کے متعلق تھا۔

حضرتؒ کے جوابات :

خط کے پہنچتے ہی حضرت نے جوابات تو لکھوا دیئے مگر اپنے علماء کے اس مشورہ کے تحت روانہ کیا کہ مبادا ان کی اشاعت سے شمس الہدایت میں مندرجہ سوالات کے جوابات سے ہی جواب مل جائے، مگر جب ۲۴ اپریل کے اخبار الحکم قادیان میں عدم جواب کا شکوہ شائع ہوا تو آپ نے وہ جواب بھجوا دیا۔

حکیم صاحب کے خط اور حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے جواب کی نقل آپ کی کتاب سیف چشتیائی میں شائع ہو چکی ہیں۔ جوابات کی شان دلالت اور فریق مخالف کے متحیرانہ سکوت کا لطف تو کچھ ان کے مطالعہ ہی سے آسکتا ہے۔

البتہ دلچسپی کے لیے ان میں سے چند جوابات کا اختصار یہاں بھی دیا جاتا ہے۔

حضرت نے تفسیر ابن جریر کی مثل چھ کی بجائے سولہ تفسیروں کے نام تحریر فرمائے اور لکھا کہ تفسیر ابن جریر مولوی محمد غازی آپ کو بالمشافہ دکھلا سکتے ہیں اور چونکہ تاریخ کبیر بخاری کا ذکر درمنثور کے حوالہ میں آیا ہے۔ لہٰذا اس کی دستیابی کا سوال اس کے مصنف علامہ سیوطیؒ سے ہونا چاہیئے۔

جواب کلی طبعی کے متعلق فرمایا کہ میرے نزدیک اس کا منشا موجود فی الخارج ہے۔ اور تشخص عین شخص ہے مگر عوارض بھی لزوم فی التحقق سے ہونا چاہیئے۔

جواب تجدد امثال کا مسئلہ میرے نزدیک صحیح ہے۔ مگر تجدد

شہودی وحدۃ سیالہ کو منافی نہیں جو مدار ہے ترتیب احکام عرفیہ کے لیے

جواب جزئیات انسانیہ، ماہیت معروضہ کا نام ہے۔ وجودات خاصہ ہوں یا عدمات خاصہ ہوں یا عدمات خاصہ یا دونوں سے مغایر اجسام مل کر عینی، یا برزخی یا حشری، زید کے مسمیٰ میں نہایت ہی دخل ہے۔ فقط روح مجرد کے لیے بمنزلہ لباس ہیں۔ ہاں بطریق مجاز مرسل کبھی ماہیت کی جزء پر بھی بولے جاتے ہیں۔ یہاں پر لحاظ قرآن مثل قتل وصلب نہایت ضروری ہے۔

جواب انبیاء ورسل ان انواع ذنوب خطایا سے جو شان نبوت کے منافی ہوں، معصوم ومامون ہیں ورنہ امر بالاتباع کیسے مقصود ہو سکتا ہے آیات قرآنیہ:۔ قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ اور لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ اور إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ اور فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ اس چیز پر دلالت کر رہی ہیں اولیائے کرام بعد فنائے اتم بشارت مذکورہ میں داخل ہیں۔

اصالت اور تبعیت کا فرق ہے۔

جواب الہام وکشف ورؤیا صالحہ منجملہ شعب ایمانیہ سے ہیں اور ان کا معیار صحت وفساد کتاب وسنت سے مطابقت ہے۔

جواب عقل اور قانون قدرت جو استقرائے ناقص سے عبارت ہے ان کا اعتبار محدود ہے تاوقتیکہ نفس مخالف قطعی الدلالت شارع سے وارد نہ ہو۔ معلوم ہوا کہ اسی تبحر نے آپ کو مرزا صاحب کے

قدموں میں جھکایا ہے مگر پھر بھی عقدہ کشائی نہ ہوئی۔

جواب تصحیح احادیث رواۃ کو دیکھ کر آج کل آپ اور ہم بغیر جرح و تعدیل من السلف نہیں کر سکتے۔ اس خط و کتابت کو جناب مولانا حافظ محمد غازی نے بصورت اشتہار شائع کر دیا اور جب حضرت کے جوابات نے ملک کے گوشہ گوشہ میں پہنچ کر علما و فضلا سے تحریری و تقریری خراج تحسین حاصل کیا، اور عوام کی طرف سے شمس الہدایت کے جواب کا مطالبہ زور پکڑ گیا تو مرزا صاحب نے جوش میں آکر حضرت کو مناظرہ کی دعوت دی مگر اس میں یہ نہیں کہا کہ آیئے، میرے جن عقاید اور دعاوی سے آپ کو اور تمام عالم اسلام کو اختلاف ہے، یعنی وفات مسیح، میرا مثیل مسیح اور مسیح موعود ہونا لامہدی الا عیسیٰ، میری ظلی بروزی بلکہ مستقل نبوت، میرے متعلق انکار پر مسلمانوں کا خارج از اسلام ہونا اور دجال شخصی اور جہاد سیفی کی تردید وغیرہ کے متعلق میرے ساتھ مباحثہ کرلیں تاکہ حق واضح ہو جائے اور میرے مشن کی راہ میں جو رکاوٹیں ہیں دور ہو جائیں، بلکہ اس بات کی دعوت دی کہ آؤ میرے ساتھ عربی زبان میں تفسیر نویسی کا مقابلہ کرلو۔

آفتاب گولڑہ ص ۱۷۱

حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ صاحب کی لاہور آمد اور مرزا صاحب کا فرار ہونا

جیسے جیسے یہ تاریخی دن نزدیک آتا جارہا تھا فریقین کے جذبات میں ایک عجیب وغریب کیفیت پیدا ہوتی جاتی تھی، دونوں گروہ اپنی اپنی دانست میں اسے حق وصداقت اور الحاد کے درمیان ایک فیصلہ کن دن کی حیثیت دے رہے تھے۔ اور اپنی اپنی جگہ دونوں مطمئن تھے کہ وہی فتح وکامرانی سے ہمکنار ہوں گے۔ لیکن قادیانیوں کی جانب سے اس وقت جبکہ مباحثہ کے دن میں فقط چار یوم کا عرصہ باقی رہ گیا تھا ایک اطلاع نامہ سیّد محمد احسن امروہی کی جانب سے گولڑہ شریف پہنچا۔ جس میں درج تھا کہ مرزا صاحب کو تقریری مباحثہ کی شرط منظور نہیں ہے، حالانکہ پیر مہر علی شاہ کی جانب سے حافظ محمد الدین مالک مصطفائی پریس لاہور نے ایک رجسٹرڈ خط مرزا صاحب کو تحریر کر دیا تھا، کہ اگر وہ مباحثہ کی شرائط میں ترمیم کرانا چاہتے ہوں تو وقت پر اطلاع دیں لیکن مرزا صاحب پہلے تو چپ سادھے خاموش رہے اور بعد میں نامنظوری کا پروانہ گولڑہ شریف روانہ کر دیا۔ لیکن اس کے باوجود پیر مہر علی شاہ صاحب کی جانب سے ایک اعلان ۲۱ یا ۲۲، اگست کو راولپنڈی سے شائع ہوا کہ وہ ۲۵، اگست کو تقریری اور تحریری مباحثہ کے لیے لاہور تشریف لے جائیں گے۔ چنانچہ جب وعدہ کا دن قریب آیا تو ملک کے طول وعرض سے

ہزارہا مسلمان لاہور پہنچ گئے۔ علماء مشائخ، درویش اور ہر طبقہ و فرقہ کے مذہبی افتاد طبع رکھنے والے مسلمان، شیعہ، سنّی، اہل حدیث حتیٰ کہ قادیانی جماعت کے مُرید متفق، ہمدرد اور مائل بھی دُور نزدیک سے جمع ہو گئے۔ دہلی، سہارن پور دیوبند، لدھیانہ، سیالکوٹ، گورداسپور، امرتسر، مظفر آباد، ملتان اور پشاور کے ہر عقیدہ کے اسلامی مدارس اور مراکز نے بھی جو پہلے سے ہی قادیانی مباحث میں دلچسپی لے رہے تھے۔ اپنے اپنے نمائندے بھیجے۔ بعض سرکاری ملازم بھی دور دراز شہروں سے رخصت لے کر پہنچ گئے۔ مسلمانِ لاہور نے اپنی روایتی مہمان نوازی کا حق ادا کیا۔

استقبالیہ کمیٹیاں بن گئیں۔ اور سرائیں، مسجدیں، مدرسے اور لوگوں کے گھر مہمانوں سے بھر گئے۔ قریبی اضلاع قصبوں اور مضافات سے آنے والی ریل گاڑیاں وغیرہ سواریوں سے بھری ہوئی پہنچنے لگیں۔ اور لاہور کے بازاروں میں لوگوں کے ٹھٹھ سے میلے کی سی کیفیت پیدا ہوئی۔ ان دنوں ویسے بھی لوگ مذہبی جلسوں اور مباحثوں میں بہت دلچسپی لیتے تھے۔ لیکن اس خاص موقعہ پر تو ہجوم خلائق کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ حضرت قبلۂ عالم سید پیر مہر علی شاہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی مشہور زمانہ روحانی تقدس اور علمی احترام و شہرت رکھنے والی شخصیت پہلی بار، اسلام پر قادیانیت کے خطرناک حملوں کے دفاع میں علمائے دین کی اس قدر بڑی اور فقید المثال تعداد کے ساتھ میدان مناظرہ و مباحثہ میں تشریف لا رہی تھی۔ اور تمام موافق، متردد یا مخالف حضرات اپنی آنکھوں سے بیسویں صدی کی اس سب سے بڑی اشتہاری تحریک کا حشر دیکھنا چاہتے تھے۔

مسلمانوں کے تمام فرقوں کا حضرت قبلۂ عالم قدس سرہٗ کو اس محاذ پر اپنا قائد منتخب کرنا

اس معرکہ میں تمام اسلامی فرقوں کے رہنما ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے۔ سُنّی اہل حدیث اور اہل قرآن کے علاوہ لاہور اور سیالکوٹ کے شیعہ مجتہدین نے بھی قادیانیت کے محاذ پر حضرت پیر صاحبؒ گولڑہ شریف کے اپنا سربراہ و نمائیدہ ہونے کا اعلان کیا بالکل وہی صورت حال پیدا ہوئی جو پاکستان کے وجود میں آنے کے وقت ہندو کفر کے مقابلے میں اسلامی سیاسی پلیٹ فارم پر پیدا ہو گئی تھی اور یہی صورت آج سے تیرہ سو سال قبل قیصر رُوم کے اسلامی ممالک پر حملہ کے خطرہ کے وقت بھی پیدا ہوئی تھی جب حضرت امیر معاویہؓ نے رومی سلطنت کو خبردار کیا تھا کہ اگر اندرونی اختلاف کے پیش نظر اسلامی سلطنت پر حملہ کیا گیا تو سب سے پہلا سپاہی جو علیؓ کے لشکر سے تمہارے مقابلہ کے لیے نکلے گا وہ معاویہؓ بن ابُوسفیان ہوگا۔

یہ وہ اسلامی رُوح تھی جو اپنے دامن کی پہنائی اور شدید و خفیف اختلافات کے باوجود ہر بیرونی اور ناقابل برداشت طاقت کے خلاف نبرد آزمائی و مدافعت کے لیے اپنے فرزندوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونے پر

لاہور میں حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ کی تشریف آوری

۲۴ راگست کو گولڑہ شریف سے روانگی پر حضرت نے مرزا صاحب کو ایک تار کے ذریعے پہلے راولپنڈی ریلوے اسٹیشن سے اور پھر اثنائے سفر لالہ موسیٰ جنکشن سے اطلاع دی کہ میں لاہور پہنچ رہا ہوں۔ جب آپ کی ٹرین لاہور پہنچی تو پہلا سوال جو آپ نے دریافت فرمایا مرزا صاحب کی آمد کے متعلق تھا۔ پچاس کے قریب نامی گرامی علما آپ کے ہمراہ تھے جو پشاور، ہزارہ، اٹک، چھچھ، دھنی، گھیبی، پھٹوار، سوان اور سون وغیرہ علاقہ جات کے رہنے والے تھے۔ اضلاع جہلم، گجرات، گوجرانوالہ، شاہ پور، میانوالی کے علما اور مشائخ اثنائے راہ یا لاہور میں پہنچنے سے قبل یا بعد پہنچ کر شامل ہو گئے۔ اسی طرح بہاول پور، ملتان، مظفر گڑھ، ڈیرہ اسمٰعیل خان و ڈیرہ غازی خاں کے ارباب علم پہلے پہنچ کر آپ کے استقبال کنندگان میں شامل تھے۔ آپ کے ایک صاحب علم و ثروت مخلص حاجی کریم بخش سیٹھی سکنہ پشاور ساٹھ ہزار روپے کی طلائی اشرفیاں ہمراہ لائے تھے کہ اگر ارباب حکومت نے حفظ امن کے پیش نظر ضمانت طلب کی تو نقد جمع کرا دی جائے گی۔

مسلمان بہت بڑی تعداد میں آپ کے استقبال کے لیے اکٹھے ہو چکے تھے اور آپ کو جلوس کی صورت میں لے جانا چاہتے تھے مگر آپ نے پسند نہ فرمایا اور ریلوے اسٹیشن سے باہر باغ میں تشریف فرما ہو کر تقریباً دو گھنٹہ تک لوگوں سے مصافحہ فرماتے رہے اور ان کے شوق زیارت کی تسکین فرمائی۔

آپ کے قیام کا انتظام معہ آپ کے رفقا کے برکت علی محمڈن ہال اور اس کی ملحقہ

عمارت بیرون موچی دروازہ کیا گیا تھا۔ جہاں سرِشام ہی مقامی اور بیرونی علماء و زعماء کی آمد و رفت شروع ہو گئی جو بہت رات گئے تک متعلقہ مسائل پر تبادلۂ خیالات کرتے رہے اس مجلس میں حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ نے قادیانیت کے موافق و مخالف پہلوؤں پر بعض ایسے دلائل اور اسناد بیان فرمائے جو اس سے قبل کسی کے ذہن میں نہیں آئے تھے۔ یہاں تک کہ جب آپ نے قادیانیت کے موافق نقطۂ نظر سے دلائل دیئے تو مولوی غلام محمد بگوی امام شاہی مسجد لاہور بول اٹھے کہ حضرت اس سے تو ہمیں بھی شبہات پیدا ہونے لگ گئے ہیں۔ مگر جب آپ نے تردیدی رُخ اختیار فرمایا تو مولوی عبدالجبار غزنوی نے مجمع علماء کو مخاطب کر کے کہا کہ حضرت پیر صاحب نے ان مسائل پر جو طرزِ استدلال اختیار فرمائی ہے، اس سے بڑھ کر قادیانیت کی تردید نہیں کی جا سکتی۔

علماء کا خیال تھا کہ تقریری مناظرہ کی شرط کو واپس نہیں لینا چاہیے۔ لیکن حضرت قبلۂ عالم قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کسی طرح مرزا صاحب ایک بار علماء و مشائخ اسلام کی اس برگزیدہ مجلس میں شامل ہو جائیں۔ کیا عجب کہ حدیث شریف هُمْ قَوْمٌ لَا يَشْقَىٰ جَلِيسُهُمْ (یہ وہ قوم ہیں جن کے پاس بیٹھنے والا بدبخت نہیں ہوتا) کی برکات سے بہرہ ور ہو کر، راہِ راست پر آجائیں اور یہی چیز اس نیازمند علماء و مشائخ کے حق میں اللہ سبحانہٗ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کا باعث ہو کر مغفرت کا سبب بن جائے۔

کہتے ہیں حضرت قبلۂ عالم قدس سرہٗ کو اس خیال پر بہت اصرار تھا۔ ثقہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب مرزا صاحب نے لاہور آنے سے بالکل ہی انکار کر دیا تو حضرت قبلۂ عالم قدس سرہٗ علماء و مشائخ کی ایک چیدہ اور مختصر جماعت کے ساتھ قادیان جانے کو بھی تیار ہو گئے، مگر مسلمانوں کی اکثریت کے اس اقدام سے منع فرمانے پر اسے باطنی ارشاد سمجھتے ہوئے رک گئے۔

مرزا صاحب کی آمد کا انتظار

مباحثہ کا انعقاد شاہی مسجد میں قرار پایا تھا اس لیے مورخہ ۲۵ اگست کو پولیس نے وہیں حفظِ امن کے انتظامات کر رکھے تھے۔ ۲۵ اور ۲۶ کو دونوں اطراف کے نمائندے اور عوام مسجد میں

جمع ہو ہو کر منتشر ہو رہے اور قادیانیوں کی طرف سے کہا جاتا رہا کہ شرائط کے طے ہونے میں توقف ہو رہا ہے۔ مگر مرزا صاحب ضرور آئیں گے۔ لیکن مرزا صاحب کو نہ آنا تھا اور نہ آئے۔

قادیانیوں کی دوڑ دھوپ

اس جماعت کے بعض ذی اثر لاہوری حضرات نے مرزا صاحب کو لانے کے لیے بہت تگ و دو کی مگر ناکام رہے مرزا صاحب نے کہلا بھیجا کہ پیر صاحب خود اعلان کریں کہ تقریری بحث کی شرط کو میں واپس لیتا ہوں اور تحریری مقابلہ کے لیے اشتہار دعوت کی شرائط کیمطابق تیار ہوں، حضرت قبلۂ عالم قدس سرہٗ نے فرمایا کہ مرزا صاحب کے حواری مولوی محمد احسن امروہی کے اسی مضمون کے اشتہار کے جواب میں ہمارے ایک رفیق حکیم مولوی سلطان محمود کا جواب مشتہر ہو چکا ہے کہ مرزا صاحب کی اپنی شرائط پر ہی ہمیں مقابلہ منظور ہے۔ اس سے پہلے بھی مرزا صاحب کے نام ایک مطبوعہ خط شائع کر دیا گیا تھا۔ کہ اگر آپ کسی شرط میں ترمیم چاہتے ہیں تو اطلاع دیں مگر مرزا صاحب نے کوئی اطلاع نہ دی اور برابر خاموش رہے۔ اگر اب بھی وہ اپنے دستخطوں سے اعلان کر دیں کہ میں تقریری بحث نہیں کرنا چاہتا تو میں بھی اپنے دستخطوں سے اعلان کر دوں گا کہ میں تقریری بحث کی شرط اور مطالبہ واپس لے چکا ہوں۔

حضرت قبلۂ عالم قدس سرہٗ نے فرمایا کہ تقریری بحث کی شرط خود مرزا صاحب کے اشتہارِ دعوت سے ہی پیدا ہوتی ہے جس میں انہوں نے تحریری مقابلہ سے پہلے علماء کو یہ دعوت دی ہے کہ اگر ان کے پاس کوئی دلائل ہیں تو کیوں پیش نہیں کرتے۔

مگر اس گفت و شنید کے جواب میں مرزا صاحب نے نہ صرف اپنی طرف سے یہ اعلان جاری کرنے سے انکار کر دیا، بلکہ صاف کہہ دیا کہ میں کسی قیمت پر بھی لاہور آنے کو تیار نہیں ہوں کیونکہ مولوی لوگ مجھے دعویٰ نبوت میں کاذب ثابت کرنے کے بہانے قتل کرانا چاہتے ہیں۔

قادیانی جماعت میں انتشار

جب قادیانی جماعت کا آخری وفد، قادیان سے مرزا صاحب کا یہ جواب لے کر ناکام لوٹا تو اس

جماعت میں بہت انتشار پیدا ہو گیا۔ بعض نے اسی وقت توبہ کا اعلان کر دیا۔ بعض سخت مایوس ہو کر خانہ نشین ہو گئے، لاہور کے اکثر وہ لوگ جو مرزا صاحب کے بہت قریب تھے حضرت قبلۂ عالم قدس سرہٗ کی روزانہ مجالس سے اثر پذیر ہو کر، کم از کم مرزا صاحب کے دعویٰ نبوّت کے منکر ہو گئے۔ بعض دیگر حضرات مثلاً بابو الٰہی بخش اکاؤنٹنٹ وغیرہ نے جو قادیانیت کے سرگرم رکن رہ چکے تھے، حضرت قبلۂ عالم قدس سرہٗ کے علم و فضل کی تعریف و توصیف میں اور آپ کی خداداد کامیابی و نصرت کے بیان میں اشتہارات اور ٹریکٹ شائع کیے، لیکن قادیان سے آئے ہوئے تنخواہ دار مولویوں کی قیادت میں ایک گروہ اس گرتی ہوئی عمارت کی پشتیبانی پر برابر کمر بستہ رہا۔

عام حالات میں اپنے نتائج کی رو سے یہ شکست اس ناکامی و ہزیمت سے شدید تر اور زیادہ دور رس تھی جو چھ سال قبل مرزا صاحب اور ان کے مذہب کو عبداللہ آتھم کی موت کی پیشین گوئی کے نتیجہ میں نصیب ہوئی تھی۔ لیکن جس طرح اس وقت مرزا صاحب کے قلم سے "فتح اسلام" اور "انجام آتھم" جیسی فاتحانہ اور ظفر مندانہ تالیفات عالم وجود میں آئی تھیں، بالکل اسی طرح اب بھی مرزا صاحب کے بعض عقیدت مندوں نے اس شکست و فرار کو فتح عظیم بیان کیا۔ مولوی محمد احسن امروہی اور مولوی عبدالکریم سیالکوٹی کی طرف سے لاہور کے در و دیوار پر اشتہارات دکھائی دینے لگے، جن میں لکھا تھا کہ۔

"پیر صاحب گولڑہ نے امام آخر الزمان کے مقابلے میں فرار اختیار کیا"

"آسمانی نشان نے مولویوں اور پیروں کی شیخیوں کو کچل دیا۔"

"مسیح موعود کی الہامی بشارت صحیح ثابت ہوئیں۔" حالانکہ لاہور کی پبلک بچشم خود حضرت پیر صاحب کو لاہور میں موجود دیکھ رہی تھی۔ اور جانتی تھی کہ مرزا صاحب باوجود اُن کے بار بار بلانے کے نہیں آ رہے۔

ع چہ دلاور است دُزدے کہ بکف چراغ دارد

فیضانِ پیر مہر علیؒ

محروم کشادِ بابِ عالی نہ گیا
مایوس کبھی کوئی سوالی نہ گیا
کیا مہرؒ علی کا در ہے اللہ اللہ
اس در پہ جو آگیا، وہ خالی نہ گیا

رباعیات رنگِ نظام صہ ۱۰۱
(مصنف پیر سید نصیر الدین نصیر مدظلہ)

تاجدارِ گولڑہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

علماءِ اسلام کی نظر میں

ماہنامہ ضیائے حرم دسمبر ۱۹۷۴ء

ص ۴۴ تا ص ۵۴

تحریرات

مولانا محمد منشا تابش قصوری مدظلہ

محمد صادق قصوری

حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ العالی

مرزا قادیانی

۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی کے بارے میں
لکھتے ہیں۔

"ان لوگوں (مسلمانوں) نے چوروں، قزاقوں اور حرامیوں کی طرح اپنی محسن گورنمنٹ (برطانیہ) پر حملہ کرنا شروع کیا اور اس کا نام جہاد رکھا۔

مولانا ابو الفضل محمد کرم الدین دبیرؒ

مولانا ابو الفضل محمد کرم الدین صاحب دبیر دم ۱۳۶۵ھ پنجاب کے ان نامور علماء میں سے ہیں جنہوں نے ردِّ مرزائیت میں نمایاں کردار انجام دیا۔ ضلع جہلم کی ایک غیر معروف بستی موضع بھیں آپ کے مولد و مسکن کے باعث دور دور تک مشہور ہوئی۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے وقت آپ کی عمر چار پانچ سال کے لگ بھگ بتائی جاتی ہے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی، پھر لاہور اور امرتسر کے مختلف مدارس سے علوم و فنون کی تکمیل کر کے اپنے گاؤں میں درس و تدریس کا سلسلہ قائم کیا۔ سیال شریف میں حضرت خواجہ محمد الدین چشتی

رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا شرف حاصل تھا۔ نہایت ذکی سلیم الطبع، وجیہہ، بلند قامت، مضبوط جسامت وسیع القلب اور حاضر جواب تھے۔

مرزا قادیانی نے جب اپنے باطل دعاوی کا سلسلہ شروع کیا تو مولانا اس فتنہ کی سرکوبی کے لیے میدانِ عمل میں کود پڑے۔

آپ کے دستِ راست مولانا فقیر محمد صاحب جہلمی رحمۃ اللہ علیہ نے ان دنوں جہلم سے ہفتہ وار پرچہ "سراج الاخبار" جاری کر رکھا تھا۔ انہوں نے سراج الاخبار کو ردِ قادیانیت کے لیے وقف فرماتے ہوئے مولانا محمد کرم الدین صاحب کو اس کا ایڈیٹر مقرر کر دیا اور قادیانی کذاب کا نہایت مدلل اور ٹھوس مضامین سے تعاقب شروع فرمایا۔ جس کی تاب نہ لاتے ہوئے مرزا اور اس کے حواری اوچھے ہتھکنڈوں پر اتر آئے اور خفت مٹانے کے لیے اپنی پشت پناہ گورنمنٹ برطانیہ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔

آپ کی ناقابلِ جواب تحریرات کو بہانہ بنا کر مقدمات کی ابتدا کر دی۔ پہلا مقدمہ مرزا کے حواری حکیم فضل دین بھیروی کی طرف سے ۴ نومبر ۱۹۰۲ء کو زیر دفعہ ۱۴۷ تعزیرات ہند گورداسپور میں دائر ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مولانا ابو الفضل کو اس مقدمہ میں باعزت طور پر بری فرمایا حالانکہ اس مقدمہ کی نسبت مرزا قادیانی نے اپنی فتح کے الہامات متواتر شائع کئے تھے

دوسرا مقدمہ بھی حکیم فضل دین بھیروی ہی نے ۲۹ جون ۱۹۰۳ء کو مولانا کے خلاف گورداسپور میں دائر کیا۔ اس میں بھی آپ کامیابی سے ہمکنار ہوئے اور مرزائیوں کی خوب گت بنی اور مقدمہ خارج ہو گیا۔ پھر تیسرا مقدمہ شیخ یعقوب علی

تراب ایڈیٹر اخبار الحکم قادیان کی طرف سے مولانا ابو الفضل اور مولانا فقیر محمد صاحب جہلمی کے خلاف دائر ہوا جس میں ہر دو مستغاثہ علیہما پر ۴۰ ۵ روپے جرمانہ ہوا جو ادا کر دیا گیا۔ اس لیے کہ حقیر سی رقم کی خاطر اپیل کرنا غیر مناسب تھا۔ ۱۷ جنوری ۱۹۰۲ء کو جہلم میں مرزا کی مطبوعہ کتاب مواہب الرحمٰن تقسیم کی گئی جس میں مولانا ابو الفضل کے خلاف سخت توہین آمیز کلمات استعمال کئے گئے تھے چونکہ مقدمات کی ابتداء مرزائیوں کی طرف سے ہو چکی تھی۔ اس لیے مولانا ابو الفضل نے بھی مرزا غلام احمد قادیانی اور حکیم فضل دین بھیروی کے خلاف استغاثہ دائر کر دیا اور یہ مقدمہ حق و باطل کے درمیان عظیم الشان معرکے کی صورت اختیار کر گیا، اہل حق کی طرف سے شہادت میں بڑے بڑے فضلائے کرام پیش ہو رہے تھے اور فریق مخالف کی طرف سے حکیم نور الدین بھیروی، خواجہ کمال الدین لاہوری اور اس کے حواری ایڑی چوٹی کا زور لگاتے رہے۔ روپیہ پانی کی طرح بہایا الہامات کے ذریعے اپنے حواریوں کی حوصلہ افزائی کی گئی، مگر یہ سب حربے مٹی کے گھروندے ثابت ہوئے اور مقدمہ مرزا کے لیے سوہان روح بن گیا۔ مولانا ابو الفضل نہایت استقلال اور ثابت قدمی سے مقابلہ کرتے رہے، عدالت میں جرح کے دوران کئی کئی گھنٹے اتنی زبردست تقریریں کیں کہ مخالفین تلملا اٹھے خواجہ کمال الدین وکیل مرزا بے ساختہ پکار اٹھا کہ مولانا محمد کرم الدین کے دلائل کا جواب نہیں۔ مقابلہ میں مرزا صاحب کو عدالت میں دو لفظ بولنے کی بھی جرأت نہ ہو گی۔ بلکہ چھ چھ گھنٹے مرزا غلام احمد کو مجرموں کے کٹہرے میں دست بستہ کھڑا ہونا پڑا۔ اس مقدمہ کا لطف پہلو یہ بھی ہے کہ مرزا اپنی ناکامی کو دیکھتے

لہ تازیانہ عبرت ص ۴۲۔ آفتاب ھدایت ص ۱۸۱۔ مہر منیر از مولانا فیض احمد فیض گولڑہ شریف ص ۲۵۳۔

ہوئے اتنا مرعوب ہوا کہ عدالت میں جب پیشی کی تاریخ ہوتی تو بیماری کا سرٹیفکیٹ بھیج دیا کرتا۔ تقریباً دو سال تک یہ تاریخی مقدمہ چلتا رہا۔ آخر ۱۸۔ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو گورداسپور کی عدالت سے مرزا کو پانچ صد روپے جرمانہ، عدم ادائیگی کی صورت میں چھ ماہ قید محض کی سزا ہوئی جب کہ اس کے حواری حکیم فضل دین کو دو صد روپے جرمانہ یا پانچ ماہ قید کی سزا سنائی گئی۔ اس مقدمہ میں مرزا قادیانی اور اس کے حواریوں کو عبرتناک شکست اور سخت ذلت کا سامنا کرنا پڑا۔ نیز اس مقدمہ کے بارے میں الہام مرزا کی خوب مٹی پلید ہوئی اور مولانا ابو الفضل کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے خوب خوب نوازا۔

ان مقدمات کے علاوہ آپ نے مرزائیت کے خلاف مناظرے فرمائے۔ فن مناظرہ میں آپ نے خاصی شہرت پائی۔ مرزا قادیانی کے بعد مولوی اللہ دتہ وغیرہ مرزائی مناظرین سے مناظرے ہوئے اور ہر مرتبہ شکست فاش ہوئی اور ایسا کیوں نہ ہوتا جب کہ خود مرزا غلام احمد جو اس مشن کا بانی تھا۔ اسے آپ نے پے در پے شکستوں سے دوچار کر دیا تھا۔ اس کے تبعین کی کیا مجال تھی کہ آپ سے بازی لے جاتے الغرض مرزائیوں کو ہر میدان میں آپ سے ذلت کا سامنا نصیب ہوا۔ ردِ مرزائیت کے سلسلہ میں آپ کی تصانیف میں سے "مرزائیت کا جال اور تازیانہ عبرت قابلِ دید ہیں۔

علامہ محمد حسن صاحب فیضی

مولانا علامہ ابو الفیض محمد حسن صاحب فیضی (م ۱۹۰۱ء) مولانا ابو الفضل محمد کرم الدین دبیر کے چچا زاد بھائی تھے۔ ادب عربی کے ماہر نظم میں ممتاز بے نقط عربی قصائد لکھنے میں انہوں نے شہرت دوام حاصل کی۔ مدرسہ انجمن

نعمانیہ لاہور میں کئی سال تک مسند درس و تدریس پر جلوہ گر رہے۔ حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب سے بیعت کا شرف حاصل تھا۔ مولانا غلام احمد صاحب پرنسپل مدرسہ نعمانیہ کے ارشد تلامذہ میں شمار ہوئے مرزا غلام احمد قادیانی کے فتنہ کے استیصال میں آپ نے اپنی خداداد صلاحیتوں کے جوہر دکھائے۔

۱۳ فروری ۱۸۹۹ء کا واقعہ ہے کہ علامہ فیضی صاحب ایک غیر منقوط عربی قصیدہ لکھ کر مرزا قادیانی کے پاس سیالکوٹ پہنچے، مسجد حکیم حسام الدین صاحب میں مرزا اپنے ممتاز حواریوں کے جلو میں بیٹھا ڈینگیں مار رہا تھا کہ یہ شیر دھاڑتا ہوا جا پہنچا اور للکار کر فرمایا۔ تمہیں الہام کا دعویٰ ہے تو مجھے تصدیق الہام کے لیے یہی کافی ہے کہ اس قصیدہ کا مطلب حاضرین مجلس کو واضح سنا دیں۔ مرزا صاحب اس قصیدہ کو چپکے چپکے دیکھتے رہے۔ لیکن اس کی عبارت بھی نہ سمجھ سکے حالانکہ نہایت خوشخط عربی رسم الخط میں لکھا تھا پھر اپنے ایک حواری کو دیا۔ اس نے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ ہم کو تو اس کا پتہ ہی نہیں چلتا۔ آپ ترجمہ کر دیں۔ علامہ صاحب نے اپنا قصیدہ واپس لے لیا اور زبانی گفتگو شروع فرما دی۔ مرزا پر ایسا رعب طاری ہوا کہ ؎

نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن

آخر پکار اٹھا: میں نبی نہیں نہ رسول ہوں، نہ میں نے دعویٰ کیا۔ فرشتوں کو، لیلۃ القدر کو معراج کو، احادیث اور قرآن کریم کو مانتا ہوں۔ مزید ازاں عقائد اسلامیہ کا اقرار کرتا ہوں۔

دوسرے روز یعنی ۱۴ فروری ۱۸۹۹ء کو علامہ فیضی صاحب نے حضرت عیسٰے علیہ السلام کی وفات کی نسبت دلیل مانگی۔ تو متنبئ قادیان کی ساری

عربی دانی کی ہوا نکل گئی۔ اس گفتگو کے بعد آپ نے مولانا فقیر محمد صاحب جہلمی کے ہفتہ وار پرچہ "سراج الاخبار" میں ۹ مئی ۱۸۹۹ء کو بے نقط قصیدہ کے بارے میں جو مرزا غلام احمد قادیانی سے بات چیت ہوئی تھی مشتہر کرائی اور ساتھ ہی مرزا صاحب کو مناظرہ کا چیلنج دیتے ہوئے اعلان فرمایا۔

"میں مرزا صاحب کو اشتہار دیتا ہوں کہ اگر وہ اپنے عقیدہ میں سچے ہوں تو آئیں صدر جہلم میں کسی مقام پر مجھ سے مباحثہ کریں، میں حاضر ہوں، تحریری کریں یا تقریری، اگر تحریر میں ہو تو نثر میں کریں یا نظم میں، عربی ہو یا فارسی یا اردو آیئے، سنیئے اور سنایئے"

سراج الاخبار میں مذکورہ اشتہار سے پہلے آپ نے وہ بے نقط قصیدہ عربی فروری ۱۸۹۹ء میں ہی رسالہ انجمن نعمانیہ لاہور میں بھی مشتہر کرایا اور آخر میں نوٹ لکھا۔

"اب بھی ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ مرزا صاحب اس قصیدہ کا جواب اس صفت کے عربی قصیدہ کے ذریعے ایک ماہ تک لکھنے کی طاقت رکھتے ہیں یا نہیں ہر دو قصائد کا موازنہ پبلک خود کرے گی، لیکن تہذیب و متانت سے جواب دیا جائے"

اور جب مرزا قادیانی نے ۲۰۔ اور ۲۲۔ جولائی ۱۹۰۰ء کے مطبوعہ اشتہار کے ذریعہ حضرت قبلہ عالم پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی علیہ الرحمہ اور دیگر علماء کو دعوت دی کہ لاہور آکر میرے ساتھ پابندی شرائط مخصوصہ فصیح و بلیغ عربی میں قرآن کریم کی چالیس آیات یا اس قدر سورہ کی تفسیر لکھیں، فریقین کو سات گھنٹے

سے زیادہ رقت نہ ملے اور ہر دو تحریرات ۲۰۔ اوراق سے کم نہ ہوں اور ان تحریرات کو تین غیر جانبدار علماء ملاحظہ کر کے حلفاً فیصلہ کریں۔ جس کی تحریر فصیح و بلیغ ہو گی وہ سچا اور دوسرا جھوٹا۔ الخ.....

آپ نے اس اشتہار کے شائع ہوتے ہی ۱۲۔ اگست ۱۹۰۰ء کو سراج الاخبار صد پر اشتہار دیتے ہوئے مرزا صاحب کو چیلنج کیا۔

"اگر تمہیں عربی لکھنے کی طاقت ہے تو جہاں مجھے بلائیں مقابلہ کے لیے حاضر ہوں، آپ کے ساتھ ہر ایک مناسب شرط پر عربی نظم و نثر لکھنے کو تیار ہوں، تاریخ کا تقرر کر دیجئے اور مجھے اطلاع کر دیجئے کہ میں اپنے آپ کو حاضر کروں گا مگر یاد رہے کہ کسی طرح بھی عربی نویسی کو مجددیت یا نبوت کا معیار تسلیم نہیں کیا گیا۔"

اس چیلنج کا جواب بھی مرزا کی طرف سے فیضی مرحوم کی زندگی میں ہرگز نہ ملا نہ مرزا کو طاقت مقابلہ ہوئی۔

مولانا فیض احمد گولڑوی مہر منیر میں رقم طراز ہیں کہ جب مرزا صاحب نے حضرت قبلۂ عالم کو تفسیر نویسی کا چیلنج دیا تو مولوی فیضی نے ان کی علمیت سے واقفیت کے باعث ایک مطبوعہ اشتہار کے ذریعہ مرزا صاحب کو جواباً یہ چیلنج کیا کہ حضرت پیر صاحب کی ذات گرامی تو بہت بلند ہے پہلے آپ میرے ساتھ اپنی ہی تمام شرائط پر تفسیر نویسی کا مقابلہ کر لیجئے۔ اس اشتہار میں انہوں نے بعض باتیں بہت پتے کی لکھیں۔

حضرت قبلۂ عالم پیر مہر علی شاہ صاحبؒ مرزا کا یہ چیلنج قبول فرماتے ہوئے سینکڑوں، علماء، فقراء ہزاروں مریدوں اور عقیدت مندوں کے ساتھ ۲۴۔ اگست ۱۹۰۰ء کو لاہور جلوہ افروز ہوئے۔ مرزا کی طرف سے مقابلہ کا وعدہ ۲۵ء اگست

۱۹۰۰ء تھا۔ مگراس نے نہ آنا تھا اور نہ آیا۔ آخر ۲۷ اگست ۱۹۰۰ء کو شاہی مسجد لاہور میں حضرت قبلۂ عالم پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کی صدارت میں تاریخی جلسہ منعقد ہوا۔ سب سے پہلے حضرت مولانا ابو الفیض محمد حسن علی صاحب فیضی نے دوبارہ غرضِ انعقاد جلسہ اور کارروائی مباحثہ۔ ایک تحریر پڑھی اور آخر ایک معرکہ آرا تقریر میں فرمایا کہ اس سے پہلے بھی دنیا میں مرزا جیسے بلکہ اس سے بڑھ کر بہت سے جھوٹے نبی، مسیح مہدی بننے کا دعویٰ کرنے والے پیدا ہو کر اور اپنے کیفر کردار کو پہنچ کر حرف غلط کی طرح صفحۂ ہستی سے مٹ چکے ہیں مرزا کا بھی یہی حشر ہوگا۔[۵]

القصہ اس شیر دل فاضل شعلہ نوا خطیب، بے نظیر ادیب عدیم المثال مناظرِ اسلام نے اپنی زندگی کو ردِ مرزائیت کے لیے وقف کر دیا۔ مرزا کو مقابلے کے لیے چیلنج پر چیلنج دیئے اور اس کی ناک میں دم کر دیا۔ مرزا کو زندگی میں مقابلہ کی جرأت تک نہ ہوئی۔ آخر یہ بیباک اور نڈر سپاہی جوانی کے عالم میں۔ ۱۸۔ اکتوبر ۱۹۰۱ء کو اس دار فانی سے راہ گزار عالم جاودانی ہوا۔[۶] مرزا نے حسب عادت مرحوم کی وفات کو بھی اپنی صداقت کا ایک نشان بنا لیا۔ مگر مرزا کی یہی پیشگوئیاں اس کے گلے کا ہار بن گئیں اور مولانا محمد کرم الدین صاحب دبیر کے مقدمہ میں مجسٹریٹ کے سامنے ان سے صاف انکار کر دیا۔[۷]

حضرت مولانا مفتی غلام مرتضیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا مفتی غلام مرتضیٰ صاحب علیہ الرحمۃ میانی ضلع شاہ پور کی وہ عظیم

المرتبت شخصیت ہے جس نے فتنہ قادیانیت کا قلع قمع کرنے میں بے نظیر کارنامے انجام دیئے آپ کو حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب قدس سرہٗ سے بیعت کا شرف حاصل تھا کئی سال مدرسہ نعمانیہ لاہور کے اول مدرس رہے ۱۴ یا ۱۵۔ مئی ۱۹۰۸ء کو حکیم نور الدین صاحب بھیروی سے مولانا ابراہیم قادیانی کے مکان واقع کشمیری بازار میں حیات مسیح ابن مریم پر تاریخی مکالمہ ہوا حکیم نور الدین بھیروی خلیفہ اول مرزا قادیانی آپ سے سخت مرعوب ہو گیا اور ایسی کوئی دلیل پیش نہ کر سکا جس پر اسے خود تسلی ہوتی آخر اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔ یہ تاریخی مکالمہ الظفر الرحمانی میں آپ نے درج فرمایا۔[1]

۱۸، ۱۹۔ اکتوبر ۱۹۲۴ء کو حضرت مولانا مفتی غلام مرتضیٰ صاحب کا مولوی جلال الدین شمس قادیانی سے بمقام ہریا تحصیل پھالیہ ضلع گجرات تاریخی مناظرہ ہوا۔

محمد صادق قصوری

ردِّ مرزائیت میں صوفیائے کرام کا حصّہ

صوفیائے کرام نے ہر دور میں باطل قوتوں اور طاغوتی طاقتوں کے خلاف علم جہاد بلند رکھا ہے۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ، حضرت امام احمد بن حنبل، حضرت مجدد الف ثانی حضرت مرزا مظہر جانجاناں شہید، حضرت امام علی الحق سیالکوٹی اور مولانا احمد شاہ مدراسی رحمۃ اللہ علیہم کی مثالیں روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔ انگریزی دور میں جب برصغیر میں دینی اقدار کو پامال کرنے کی سازشیں کی گئیں تو بھی صوفیائے کرام میدان میں آئے اور سر پر کفن باندھ کر دین وملت کا تحفظ کیا۔ انگریز کے خود کاشتہ پودے مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا تو وہ صوفیاء ہی تھے جنہوں نے اس کے مکروفریب کے جال کو تار تار کیا۔ ذیل میں مختصراً ان صوفیائے کرام کی کوششوں کا ذکر کیا جاتا ہے جنہوں نے مرزا قادیانی کے خلاف جہاد کر کے اہم دینی فریضہ انجام دیا۔

حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ

مرزا قادیانی نے عیسائیوں اور آریوں سے مناظرے کر کے غیر معمولی شہرت حاصل کرلی تو اس نے ملک کے مشہور مشائخ کو دعوت نامے ارسال کیے جن کا مضمون

یہ تھا کہ میں مسیح موعود ہوں اور خدا تعالیٰ کی طرف سے احیائے دین اور عروج اسلام کے لیے مامور کیا گیا ہوں۔ آپ اس مشن میں میری امانت کریں۔"

جب یہ دعوت نامہ حضرت قبلۂ عالم پیر مہر علی گولڑوی کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے یہ جواب لکھوایا کہ "میں آپ کو مسیح موعود اور مامور من اللہ نہیں مانتا۔ آپ اپنی توجہ حسب سابق غیر مسلموں کے ساتھ مناظرات اور تبلیغ اسلام پر مرکوز رکھیں اور عنداللہ ماجور رہوں۔" جب یہ خط مرزا صاحب کو پہنچا، تو وہ بہت بوکھلائے کیونکہ ہر طرف سے مرزا صاحب کے اس دعوے کی تردید کی گئی تھی، چنانچہ ہر طرف سے مایوس ہو کر ایام الصلح میں مرزا صاحب نے مشائخ پر بہ طریق ذیل اپنا غبار نکالا۔

"ایں وقت زیر سقف نیلگوں ہیچ متنفس قدرت ندارد کہ لاف برابری با من زند۔ من آشکار می گوئم و ہرگز باک ندارم اے اہالیانِ اسلام، درمیانِ شما جماعتے می باشد کہ کردن بدعویٰ محدثیت و مفسریت برمی فرازند و طائفہ اند کہ از نازش ادب پا بر زمین نگذارند دگر دسے اند کہ دم بلند از خداشناسی زنند و خود را چشتی و قادری و نقشبندی و سہروردی چہا چہا مے گویند۔ ایں جملہ طوائف را نزد من بیارید۔"

یعنی اس وقت آسمان کے نیچے کسی کی مجال نہیں جو میری برابری کی لاف مار سکے۔ میں اعلانیہ اور بلا کسی خوف کے کہتا ہوں کہ اے مسلمانو! تم میں بعض لوگ محدثیت و مفسریت کے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں اور بعض از راہِ ناز زمین پر پاؤں بھی نہیں رکھتے اور کئی خداشناسی کا دم مارتے ہیں اور چشتی اور قادری نقشبندی اور سہروردی اور کیا کیا کہلاتے ہیں۔ ذرا ان سب کو میرے سامنے تو لاؤ۔"

جب مرزا صاحب کو بہت زیادہ شہرت حاصل ہو گئی اور ظاہرین اور

کم علم لوگ متاثر ہونے لگے، تو علماء کی درخواست کو شرفِ قبولیت بخشتے ہوئے حضرت قبلۂ عالم گولڑوی اس فتنے کی طرف متوجہ ہوئے اور ۱۳۱۷ھ مطابق ۱۸۹۹ء، ۱۹۰۰ء ماہ شعبان و رمضان المبارک میں اوراد و اشغالِ روزمرہ سے آپکو وقت بچا کر ایک رسالہ بعنوان شمس الہدایت فی اثبات المسیح تحریر فرمایا جو رمضان شریف ہی میں زیور طبع سے آراستہ و پیراستہ ہو کر برصغیر کے علماء و مشائخ میں تقسیم ہوا اور ایک کاپی بذریعہ رجسٹری مرزا صاحب کو بھی قادیان بھیج دی گئی۔

اس کتاب میں حضرت گولڑوی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر زندہ اٹھائے جانے اور قیامت کے قریب بجسد عنصری زمین پر نازل ہو کر اسلام کی نصرت کا باعث ہونے کو قرآن مجید اور صحیح احادیث سے ثابت فرمایا اور اس عقیدہ کو امتِ اسلامیہ کے اجماعی اور متفق علیہ عقائد میں سے قرار دیا۔ نیز ثابت کیا کہ ان کے مثیل کے دنیا میں بطور مسیح موعود آنے کے قادیانی عقائد غلط اور باطل ہیں آغازِ کتاب میں آپ نے مرزا صاحب کی ایام الصلح والی تعلی (جس کا ذکر ہو چکا ہے) کے مقابلہ میں ان سے کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے معنی دریافت کیے تھے۔

کتاب کا منصۂ شہود پر آنا تھا کہ قادیان میں تہلکہ مچ گیا۔ خصوصاً کلمہ طیبہ کے معانی کے سوال پر علمائے اسلام بھی انگشت بدنداں رہ گئے۔ اس کتاب کی مقبولیت اور قدردانی کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ ملک کے طول و عرض سے حضرت قبلہ عالم کو مبارک باد کے خطوط آنے لگے۔ مشہور المحدیث مولانا عبدالجبار غزنوی کا خط قابلِ ذکر ہے۔ لفظ لفظ سے حضرت قبلہ عالم سے عقیدت و محبت کا اظہار ہوتا ہے۔

اس کے بعد حکیم نورالدین نے ۲۰۔ فروری ۱۹۰۰ء کو حضرت قبلہ عالم کی خدمت میں بارہ سوالات بھیجے۔ حضرت نے ان کے جوابات ارسال کر دیئے اور حکیم نوردین پر ایک سوال کیا، مگر وہ جواب نہ دے سکا۔ حضرت نے یہ خط و کتابت بصورت اشتہار شائع کروادی۔ حضرت کے جوابات نے ملک کے گوشہ گوشہ میں پہنچ کر علماء و فضلا سے تحریری و تقریری خراج تحسین حاصل کیا۔ اس پر عوام کی طرف سے "شمس الہدایت" کے جواب کا مطالبہ زور پکڑ گیا، تو مرزا صاحب نے جوش میں آکر حضرت کو مناظرہ کی دعوت دے دی کہ میرے ساتھ عربی زبان میں تفسیر نویسی کا مقابلہ کرلو۔ چنانچہ مرزا صاحب نے ۲۲۔ جولائی ۱۹۰۰ء کو بذریعہ اشتہار مقابلہ تفسیر نویسی کی دعوت دے دی۔

گولڑہ شریف میں مرزا صاحب کی دعوت کا اشتہار ۲۵۔ جولائی ۱۹۰۰ء کو موصول ہوا۔ حضرت نے اگلے ہی روز اس دعوت کا جواب پانچ ہزار کاپیوں کی صورت میں چھپوا کر ملک کے طول و عرض میں پھیلا دیا اور مرزا صاحب کو بھی بذریعہ رجسٹرڈ پوسٹ ارسال کیا۔ حضرت نے بمقام لاہور ۲۵۔ اگست ۱۹۰۰ء تاریخ مقابلہ مقرر کر دی۔ ملک کے تمام علماء و مشائخ نے حضرت قبلہ عالم کی حمایت میں اشتہار شائع کیے اور تقریری مقابلے کا مطالبہ بھی کیا۔ تاکہ فیصلہ واضح طور پر ہو سکے۔ لیکن قادیانی نہ مانے۔

جوں جوں مقابلے کا دن نزدیک آرہا تھا، ملک کے اطراف و اکناف سے مسلمان لاہور پہنچ رہے تھے۔ تمام فرقوں کے رہنماؤں نے حضرت کو اپنا قائد منتخب کرلیا۔ ۲۴۔ اگست کو حضرت لاہور پہنچ گئے اور آتے ہوئے راولپنڈی اور لالہ موسیٰ سے مرزا صاحب کو بذریعہ تار اپنی آمد کی اطلاع دے دی۔ جب آپ لاہور تشریف لائے تو لاکھوں مسلمان دیدہ و دل فرش راہ کیے ہوئے تھے

مباحثہ کا انعقاد شاہی مسجد میں قرار پایا۔ ۲۵۔ اگست کو پولیس نے حفظِ امن کے تمام انتظامات کر رکھے تھے، لیکن مرزا صاحب کو میدان میں آنے کی جرأت نہ ہوئی حضرت کو جب معلوم ہوا کہ مرزا نے قادیان سے باہر نکلنے سے انکار کر دیا ہے تو آپ قادیان جانے کے لیے تیار ہونے لگے مگر مسلمانوں کی کثیر تعداد کے منع کرنے سے رک گئے۔

مرزا صاحب نے یہ کہا کہ میں کسی قیمت پر بھی لاہور آنے کو تیار نہیں ہوں کیونکہ مولوی لوگ مجھے دعوی نبوت میں کاذب ثابت کرنے کے بہانے قتل کرانا چاہتے ہیں۔ جب قادیان کا دفد یہ پیغام لے کر لاہور پہنچا، تو اس جماعت میں شدید انتشار پیدا ہوگیا۔ بعض لوگوں نے اسی وقت توبہ کرلی اور بعض لوگ مایوس ہو کر خانہ نشیں ہو گئے۔ جب مرزا صاحب کی آمد سے قطعی مایوسی ہو گئی، تو ۲۷۔ اگست کو شاہی مسجد میں مسلمانوں کا ایک عظیم الشان جلسہ ہوا جس میں ممتاز علماء نے ختم نبوت پر تقاریر فرمائیں۔ مقررین حضرات میں حضرت محدث علی پوری، مفتی محمد عبد اللہ ٹونکی پروفیسر اورنٹیل کالج، مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مولانا عبد الجبار غزنوی قابل ذکر ہیں۔

حضرت قبلہ عالم ۲۴۔ اگست لاہور میں قیام فرما کر واپس گولڑہ شریف چلے گئے، تو ۲۰ یا ۲۱۔ اگست کو مرزا صاحب نے ایک اشتہار لاہور میں تقسیم کروایا کہ پیر صاحب مقابلہ سے بھاگ گئے ہیں اور الٹا یہ مشہور کر دا دیا ہے کہ مرزا بھاگ گیا ہے اور میدان میں نہیں آیا۔ اگر اب بھی میری جان کے تحفظ کا بندوبست کیا جائے، تو میں میدان میں آنے کو تیار ہوں۔ ملک کے علماء و مشائخ اور عوام نے چونکہ شاہی مسجد والے واقعے ہی سے مرزا صاحب کے اس اشتہار کا نوٹس نہ لیا۔ مورخہ ۱۵۔ دسمبر ۱۹۰۰ء کو مرزا صاحب نے ایک اور اشتہار نکالا جس

میں لکھا تھا کہ آج میرے دل میں ایک تجویز خدا تعالیٰ کی طرف سے ڈالی گئی جس کو میں اتمام حجت کے لیے پیش کرتا ہوں اور وہ تدبیر یہ ہے کہ آج میں ان متواتر اشتہارات کا جو پیر مہر علی شاہ صاحب کی تائید میں نکل رہے ہیں یہ جواب دیتا ہوں کہ میں اسی جگہ بجائے خود سورۂ فاتحہ کی عربی فصیح میں تفسیر لکھ کر اس سے اپنے دعویٰ کو ثابت کروں اور اس کے متعلق معارف اور حقائق سورہ ممدوحہ کے بھی بیان کروں اور حضرت پیر صاحب میرے مخالف آسمان سے آنے والے مسیح اور خونی مہدی کا ثبوت اس سے ثابت کریں۔ یہ دونوں کتابیں دسمبر کی پندرہ تاریخ سے ۷۰ دن تک چھپ کر تیار ہو جانی چاہیئں تب اہلِ علم لوگ خود مقابلہ اور موازنہ کر لیں گے۔ ساتھ ہی مرزا صاحب نے مبلغ پانچ صد روپیہ انعام رکھا کہ اگر حضرت کی تفسیر مقابلہ میں بہتر قرار دے دی جاوے تو انعام ان کا حق ہو گا۔ حضرت کی ذاتِ گرامی پر اس نئے چیلنج کا

مرزا صاحب نے ۱۵ دسمبر ۱۹۰۰ء کے ستر دن بعد اعجاز المسیح کے نام سے سورۂ فاتحہ کی تفسیر شائع کی۔ اس تفسیر نے مرزا صاحب کے تمام دعووں پر پانی پھیر دیا۔ اس تفسیر کی زبان محاورہ سے محروم، لغوی اور نحوی اغلاط سے مملو اور سرقہ عبارات سے پُر تھی۔ اس تفسیر سے مرزا صاحب کی مراد بر آئی اور مسلمانوں نے شدید مطالبہ کیا کہ مرزا صاحب حیلوں بہانوں کو چھوڑ کر حضرت کی کتاب "شمس الہدایت" کا جواب دیں، چنانچہ مجبور ہو کر مرزا صاحب نے مولوی محمد احسن امروہوی سے "شمس بازغہ" لکھوائی۔

اس کی اشاعت کے بعد حضرت نے "اعجاز المسیح" اور "شمس بازغہ" کے جواب میں اپنی شہرۂ آفاق کتاب "سیف چشتیائی" تصنیف فرمائی جو ۱۹۰۲ء میں

شائع ہو کر برصغیر کے علما، و مشائخ ، دینی مدارس اور مذہبی اداروں میں مفت تقسیم کی گئی۔ اس میں حضرت نے مرزا صاحب کی تفسیر پر تقریباً ایک سو اعتراضات فرمائے ۔"سیف چشتیائی" کی اشاعت کے موقعہ پر حضرت نے ایک بیان جاری فرمایا۔ جسے یہاں تبرکاً نقل کیا جاتا ہے۔ اس بیان سے تمام معرکہ کا پس منظر سامنے آجاتا ہے۔

قابلِ توجہ اہلِ اسلام

اس ہیچمدان، خوشہ چین علمائے کرام کو مطابق قول السلامۃ فی الوحدۃ گوشہ نشینی پسند رہی ہے۔ تصنیف و تالیف کا شوق نہیں کیونکہ یہ امور یا تو بغرض شہرت و نام آوری، یا بغرض حصولِ دولت کیے جاتے ہیں۔ سو اس خاکسار کو ان دونوں امور سے نفرت ہے۔ آج کل کے ابنائے زمان ان کمالات کو پسند کرتے ہیں جو منجمد تعلیمات یورپ کے ہیں اور جس سے یہ عاجز ناواقف ہے۔

اس طرز قدیم سے جس پہ زمانہ سلف کے بزرگان دین تصنیف و تالیف کرتے آئے ہیں اور جس سے اس ہیچمدان کو قدرے مونست سے نفرت رکھتے ہیں۔

باوجود ان موانعات کے چند احباب کے اصرار پر رسالہ "شمس الہدایت" لکھا گیا تھا۔ جس سے مراد نہ تو طلبِ شہرت نہ حصول دولت تھی بلکہ اصل غرض یہ تھی کہ اعلاءِ کلمۃ الحق میں کوتاہی نہ ہو اور قیامت میں بازپرس سے بچ جاؤں تو عنداللہ مستحق ثواب ٹھہروں۔

اس رسالہ کے شائع ہونے سے کچھ مدت بعد مرزا صاحب کے مباحثہ

کے لیے اشتہار شائع ہونے شروع ہوئے۔ ہر چند مباحثہ کے لیے کل شرائط مرزا قادیانی نے خود ہی تجویز کی تھی۔ اس طرف سے نہ تو کوئی شرط پیش ہوئی اور نہ کسی شرط کی ترمیم کی درخواست کی گئی اور یہ نادم الفقرار معہ علمائے کرام اور مشائخ عظام تاریخ مقررہ پر لاہور پہنچ کر کئی روز تک محمڈن ہال انجمن اسلامیہ پنجاب لاہور میں بغرض انتظار مرزا صاحب قادیانی ٹھہرا رہا مگر مرزائے قادیانی۔ قادیان سے باہر نہ نکلا۔ اس تمام واقعہ کی عوام نے بلا اطلاع میری کے تشہیر کردی تھی۔ اس لیے اب اس تشریح کی ضرورت نہیں۔

بہت دیر بعد شمس الہدایت کے جواب میں مرزا قادیانی کے امروہوی مریدنے شمس بازغہ لکھی اور مرزا نے "تفسیر فاتحہ" چھپوائی تو دوبارہ اہل اسلام اور میرے احباب نے مجھے مجبور کیا کہ اس کے جواب میں قلم فرسائی کروں۔ گو بہت انکار کیا گیا اور کہا گیا کہ ؎

آں کس کہ ز قرآں و خبر زو نہ رہی

آں است جوابش کہ جوابش ندہی

لیکن پھر بھی سوال پیش آیا کہ مرزا قادیانی اور اس کے مریدوں سے کیا غرض ہے۔ عوام مسلمانانِ ہند و پنجاب کے فائدے کے لیے ہی سہی لہٰذا یہ چند اوراق لکھ کر مولوی محمد غازی صاحب کے حوالہ بغرض طبع کر دینے کہ وہ اسے کتاب کی صورت میں چھپوا کر میرے پاس لائیں تاکہ یہ علمائے کرام اور معززین اسلام میں بدستورِ سابق مفت تقسیم کی جائے کیونکہ مجھے اس کی اشاعت سے مقصود نفع اہلِ اسلام ہے نہ کہ تجارت۔

وما علینا الا البلاغ

محب الفقرار

پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی

اور

معرکہ قادیانیت

حضرت علامہ مولانا شیخ الحدیث محمد عبد الحکیم شرف قادری مدظلہ

لکل فرعون موسیٰ کے مطابق دنیا میں جب بھی کوئی باطل کا پرستار ابھرا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی سرکوبی کے لیے کسی حق آگاہ شخصیت کو مقرر فرما دیا سرزمین قادیان سے نبوت کا جھوٹا مدعی اٹھتا ہے اور کچھ لوگ دین سے بے خبری یا آزادی کی بنا پر اس کے زرخرید غلام بن جاتے ہیں تو وہ سمجھتا ہے کہ میں واقعی مسند نبوت پر فائز ہو گیا ہوں اور دنیا میں کوئی میرے مدمقابل نہیں جم سکتا۔ اتنے میں گولڑہ کی مقدس سرزمین سے مہر عالم تاب حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی کی جبروتی آواز، حق کی حمایت میں بلند ہوتی ہے۔ جس کی ہیبت سے خانۂ باطل میں صف ماتم بچھ جاتی ہے۔ انگریز کے تیار کردہ مدعی نبوت پر کیفیت مرگ طاری ہو جاتی ہے اور حق اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ جلوہ گر ہو جاتا ہے۔

۱۳۰۷ھ/ ۱۸۹۰ء میں حضرت پیر مہر علی شاہ قدس سرہٗ حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے تو دل میں آیا کہ یہیں مستقل قیام کیا جائے۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ نے واپس جانے کا مشورہ دیا اور فرمایا: ہند میں ایک بڑا فتنہ رونما ہونے والا ہے جس کا سدباب آپ کی ذات گرامی سے

ہوگا۔ چنانچہ آپ واپس تشریف لے آئے، ۱۸۹۱ء میں مرزا غلام احمد قادیانی نے حیات مسیح علیہ السلام کا انکار کرتے ہوئے خود مسیح ہونے کا دعویٰ کردیا اور علماء و مشائخ کو اپنی بیعت کے دعوت نامے جاری کئے۔ علماء حق تو اس کے دام تزویر میں نہ آئے البتہ کچھ بہلا، اور کچھ دنیا پرست اس کے جال میں پھنس گئے۔

مذاہب باطلہ کو ہر محاذ پر شکست فاش دینے والے حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی ان حالات میں کیونکہ خاموش رہ سکتے تھے آپ نے شمس الہدایہ فی اثبات حیات المسیح" لکھی جس میں کتاب و سنت کے دلائل قاہرہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ثابت کرکے بتایا کہ مرزائے قادیانی کا دعوائے مسیحیت محض فریب اور جھوٹ کا پلندہ ہے۔ اس کتاب کے شائع ہوتے ہی دیوان مرزائیت میں زلزلہ آگیا اور مرزائی یہ سوچنے پر مجبور ہوگئے کہ اس کتاب کا ضرور کچھ تدارک ہونا چاہیے، اس کا حل یہ نکالا گیا کہ مرزا نے ایک اشتہار شائع کرکے پیر صاحب کو مناظرہ کا چیلنج دیا اور یہ طریقہ یہ تجویز کیا کہ فریقین قرآن پاک کی چالیس آیات کی تفسیر عربی میں سات گھنٹوں میں لکھ کر پیش کریں مجوزہ علماء جس کی تفسیر اور عبارت، روح القدس کی تائید سے مؤید قرار دیں اسی کی فتح ہوگی۔

حضرت پیر مہر علی شاہ قدس سرہٗ کی جلالت شان کا مرزا پر اس قدر اثر تھا کہ اس نے لکھا کہ اگر پیر صاحب مناظرہ کے لیے رضامند نہ ہوں تو میں علماء کی ایسی جماعت سے مناظرہ کرنے کے لیے تیار ہوں جو چالیس سے کسی طرح کم نہ ہو، گویا مرزا نے یہ تسلیم کرلیا کہ صرف پیر صاحب کی ذات گرامی چالیس علماء کے برابر ہے۔

مرزا غلام احمد کا خیال تھا کہ پیر صاحب اللہ اللہ کرنے والے کثیر المشاغل

بزرگ ہیں وہ میدانِ مناظرہ میں آنے کو پسند نہیں کریں گے تو ہمیں اپنی فتح کے شادیانے بجانے کا زریں موقع مل جائے گا۔ لیکن مرزا کی تمام توقعات خاک میں مل گئیں جب حضرت پیر صاحب نے نہ صرف تحریری مقابلے کو قبول کر لیا بلکہ یہ بھی فرمایا کہ پہلے مرزا کے انفرادی عقائد پر گفتگو ہو گی اور پھر تحریری مقابلہ ہوگا۔ اور مرزا کو بذریعہ اشتہار مطلع کیا گیا۔ کہ ۲۵۔ اگست ۱۹۰۰ء کو لاہور میں مناظرہ ہوگا اور اشتہار کے ملتے ہی منظوری یا نامنظوری کی اطلاع دینی لازم ہوگی۔ اس کے علاوہ متحدہ پاک و ہند کے مختلف مواضع کے ساتھ علماء نے ایک اشتہار جاری کیا کہ ہم ۲۵۔ اگست کو پیر صاحب کے ساتھ لاہور پہنچ رہے ہیں اور ہمارے نزدیک پیر صاحب کی یہ شرط بالکل برمحل ہے کہ تحریری مقابلے سے پہلے تقریری مقابلے سے پہلے تقریری گفتگو ہونی چاہیئے۔

اب ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ مرزا ئے قادیانی منظوری کا اعلان کر کے میدان مناظرہ میں نکل آتے لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا اور خاموشی کو امن و عافیت کا ذریعہ سمجھ کر چپ ہو رہے البتہ ان کے ایک مرید محمد احسن امروہوی نے تاریخ مناظرہ سے چار دن پہلے ایک مطبوعہ خط گولڑہ شریف بھیجا جس میں لکھا کہ ہمیں تقریری مناظرہ کی شرط منظور نہیں۔ تقریری مقابلہ کرنا ہو تو پیر صاحب تشریف لے آئیں یہ ان کی طرف سے شکست کا پہلا اعتراف تھا، اس کے جواب میں حضرت پیر صاحب کے ایک مرید حکیم سلطان محمود نے ایک اشتہار شائع کیا جس کی ایک کاپی بذریعہ رجسٹری قادیان بھیجی گئی اس اشتہار میں اعلان کیا گیا کہ حضرت پیر صاحب مرزا کی شرائط کے مطابق تحریری مقابلہ کے لیے لاہور تشریف لے جا رہے ہیں چنانچہ ۲۴۔ اگست کو حضرت پیر صاحب گولڑہ شریف سے عازم لاہور ہوئے پہلے راولپنڈی اسٹیشن سے اور پھر لالہ موسیٰ سے بذریعہ تار اپنی روانگی کی اطلاع مرزا

کو بھجوا دی ۔

حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہٗ لاہور پہنچے تو عوام کے علاوہ علماء کا جم غفیر جمع ہو گیا جس میں اہل سنت دیوبندی، اہل حدیث اور شیعہ ہر مکتب فکر کے افراد موجود تھے جو حضرت پیر صاحب کی قیادت میں بیسویں صدی عیسوی کے متنبی کے ساتھ فیصلہ کن ٹکر لینے کے لیے تیار تھے گویا صحابہ کرام کے مقدس لشکر نے جو غیر مسلم کذاب اور اس کے حواریوں کا میدان جنگ میں کیا تھا۔ آج ختم نبوت ایسے قطعی عقیدہ کے حامی وہی حشر مرزائے قادیانی اور اس کی ذریت کا میدان مناظرہ میں کرنا چاہتے تھے ۔

اہل اسلام اور مرزائی دونوں ہی بڑی بے تابی سے مرزا کی آمد کا انتظار کر رہے تھے ، لاہوری پارٹی کے بعض باثر افراد نے انتہائی کوشش کی مگر مرزائے قادیانی کسی صورت میں لاہور نہ آئے اور عذر یہ پیش کیا کہ پیر صاحب خود اعلان کریں کہ میں تقریری مباحثہ کی شرط واپس لیتا ہوں تب میں لاہور آؤں گا ۔ پیر صاحب نے فرمایا محمد احسن امروہوی کے مطبوعہ مکتوب کے جواب میں ہمارے ایک رفیق حکیم سلطان محمود اس شرط کی واپسی کا اعلان کر چکے ہیں ، اب اگر مرزائے قادیانی اپنے دستخط سے اعلان کر دیں کہ میں تقریری مباحثہ نہیں کرنا چاہتا تو میں بھی اعلان کر دوں گا کہ میں تقریری بحث کی شرط واپس لے چکا ہوں ، لیکن اس طرف مکمل سکوت چھایا رہا ۔

۲۵ ۔ اگست کا دن انتظار کرتے کرتے گزر گیا لیکن مرزا کا دور دور کہیں نام و نشان نہ تھا بالآخر ۲۷ ۔ اگست کو شاہی مسجد (لاہور) میں عظیم الشان اجلاس منعقد ہوا جس میں مختلف علماء نے اسلام کی سربلندی اور مرزا کے دجل و فریب اور پسپائی کو تفصیلاً بیان کیا ۔ اس دن حق اپنی تمام تر زیبائی کے ساتھ جلوہ گر ہوا ۔

اور باطل سرنگوں ہو کر رہ گیا۔

اِنّ الباطل کان زھوقا

مرزائے قادیانی نے خفت مٹانے کے لیے کچھ اشتہار شائع کیے جن میں مناظرہ کے لیے میدان میں نہ آنے کا عذر یہ بیان کیا کہ پیر صاحب کے مریدین میں جوش و خروش حد سے زیادہ ہے، اس لیے مکمل حفاظتی انتظامات کے بغیر لاہور میں قدم رکھنا آگ میں کودنے کے برابر ہے۔ ۱۵ دسمبر ۱۹۰۰ء کو ایک اشتہار شائع کر کے ایک اور چیلنج پیش کر دیا کہ میں فصیح عربی میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر لکھ کر شائع کر دی۔ اس کے علاوہ مرزا کے ایک مرید محمد حسن امروہی نے "شمس الہدایہ" کے جواب میں "شمس بازغہ" نامی ایک کتاب لکھی اور یقین کر لیا کہ مناظرہ میں شکست کا تدارک ہو گیا ہے۔ حضرت پیر صاحب نے ان دونوں کتابوں کے جواب میں مشہورِ زمانہ کتاب "سیف چشتیائی" لکھ کر ۱۹۰۲ء میں شائع فرمادی۔ اس میں آپ نے "شمس بازغہ" کے شبہات کا دندان شکن جواب اور "اعجاز المسیح" کی ایک سو سے زائد اغلاط کی نشاندہی کر کے مرزا کی عیاری کو طشت از بام کر دیا حضرت پیر صاحب نے تفصیلاً بیان کیا کہ اس کتاب میں کہیں سرقہ ہے اور کہیں قواعد عربیہ کی خلاف ورزی ہے اس لحاظ سے اس کتاب کو معجزہ کہنا تو کجا اُسے تو قابلِ ذکر کتب میں شمار بھی نہیں کیا جا سکتا۔

"سیف چشتیائی" کو اہلِ علم و فضل طبقہ نے سر آنکھوں پر رکھا اور زبردست خراجِ تحسین پیش کیا۔ آج تک فرقہ مرزائیہ اس کتاب کے جواب سے عاجز ہے اور انشاء اللہ العزیز قیامت تک اس کا جواب نہیں دے سکے گا۔

اس جگہ یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ مناظرہ شاہی مسجد میں شکستِ فاش کے باوجود مرزائی اپنی ضد پر قائم رہے اور آج بھی جبکہ پاکستان کی نیشنل اسمبلی

نے ان کے کفر و ارتداد پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے اپنی ضد پر قائم ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ جب ہم مسلمان ہیں تو ہمیں کوئی اسلام سے خارج نہیں کر سکتا وہ باقاعدہ اپنے غلط نظریات کا پرچار کر رہے ہیں۔ ضرورت ہے کہ اربابِ اقتدار مسلمانوں کے منظور شدہ مطالبے کے مطابق ربوہ کو کھلا شہر قرار دینے کے لیے عملی قدم اٹھائیں اور فوری طور پر مرزائیوں کو کلیدی عہدوں سے برطرف کریں اس کے علاوہ علماء کا بھی فرض ہے کہ وہ ردِ مرزائیت کے محاذ پر پوری کوشش سے کام جاری رکھیں تاکہ کوئی مسلمان ارتداد کا شکار نہ ہو۔ اس کے علاوہ مرزائیوں کو اسلام کی دعوت دینے کا پروگرام بنانا چاہیئے تاکہ جو افراد غلط فہمی کی بناء پر مرزائیت کا شکار ہیں دولتِ اسلام سے مشرف ہو سکیں۔

The Natural Philosophy Of AhleSunant Wal Jamaat www.nafseislam.com

اکابرینِ تحریکِ پاکستان

مصنف: محمد علی چراغ صہ ۳۰۸ تا ۳۱۱

پیر مہر علیؒ اور قادیانی معرکہ آرائیاں

۱۸۵۷ء کی جدوجہد آزادی میں ناکام ہونے کے بعد مسلمان ایک طرح کے دورِ ابتلاء میں مبتلا ہو گئے تھے۔ اس طرح حکومت برطانیہ کے تحت کئی طرح کے مذہبی فتنے بھی سر اٹھانے لگے تھے۔ ایسے غیر اسلامی فتنوں کے سدِباب کے لیے مسلمان علماء اور مجاہدین پوری شدومد سے برسرِپیکار ہو گئے تھے۔ تحریکِ قادیانیت جس کے بانی کا نام مرزا غلام احمد تھا، ایک ایسی ہی اسلام دشمن تحریک تھی۔ یہ تحریک حکومتِ برطانیہ کی سرپرستی میں شروع ہوئی اور اس کا اصل مقصد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو نشانہ بنا کر مسلمانوں کے دلوں سے آپ کی قدر و منزلت کو نکالنا اور دینِ اسلام کے ارشادات اور ان کے مطالب میں اس طرح کارد و بدل کرتا تھا کہ مخالفین کو اپنے عزائم کی تکمیل میں امداد مل سکے۔"

مرزا غلام احمد نے اپنی تعلیمات کے حوالے سے حکمران استعماری قوتوں کو استحکام بخشنے کے لیے جہاد بالسیف کو تمام مسلمانوں پر حرام قرار دے رکھا تھا۔

حالانکہ عیسائی حکومتیں خصوصًا انگلستان، فرانس اور روس، اسلامی سلطنتوں کو تہہ و بالا کر رہی تھیں۔ اس حوالے سے بعض شاطر ہندو لیڈروں نے اس قادیانی جماعت کے ساتھ گٹھ جوڑ بھی کر رکھا تھا۔ یہی نہیں بلکہ ہندو رہنما ہندوستان میں ہندوؤں اور مسلمانوں کی ایک مشترکہ قوم کے قیام کے لیے تحریکِ احمدیت سے کئی طرح کی اُمیدیں وابستہ کرنے لگے تھے۔ لیکن اس خلافِ اسلام تحریک کے حوالے سے پیر مہر علی شاہ سے حضرت امداد اللہ مہاجر مکی نے ۱۸۹۰ء میں فرمایا تھا کہ عنقریب سرزمینِ ہند میں ایک بہت بڑا فتنہ ظاہر ہونے والا ہے۔ جس کا سدِباب آپ کی ذات سے متعلق ہے۔ اگر اس وقت آپ اپنے وطن میں بالفرض خاموش بھی بیٹھے رہے تو بھی ملک کے علماء اس فتنہ کی زد سے محفوظ رہیں گے۔

اسی دوران میں مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کر دیا تھا۔ لیکن اسی کے ساتھ ۱۹۰۰ء میں پیر مہر علی شاہ نے مرزا غلام احمد قادیان کے دعوؤں کی قلعی کھولنے کے لیے "شمس الہدایت فی اثباتِ حیات المسیح" لکھی اس کتاب سے قادیان میں تہلکہ مچ گیا۔ اس کے بعد ایک طرح کا تحریری مناظرہ ہوا تو پیر مہر علی شاہ نے حکیم نورالدین کے بارہ سوالات کے جوابات بھجوائے۔ ان جوابات پر حضرت پیر مہر علی شاہ کو ملک کے گوشہ گوشہ سے علماء اور فضلاء کی جانب سے تحسین و تبریک موصول ہوئی۔ اس کے کچھ ہی عرصہ بعد مرزا غلام احمد قادیاں نے خود براہِ راست لاہور میں آ کر پیر سید مہر علی شاہ کے ساتھ مناظرہ کرنے کے لیے کہا۔ چند ایک دو طرفہ اشتہارات کے بعد مناظرہ کی تاریخ، دن اور وقت لاہور کی بادشاہی مسجد میں طے پا گیا۔ حضرت پیر مہر علی شاہ ۲۵ اور ۲۶۔ اگست ۱۹۰۰ کو لاہور میں رہے۔ مرزا غلام احمد

کا مناظرے کے لیے انتظار کرتے رہے۔ لیکن مرزا صاحب کو اس مناظرے کے لئے نہ آنا تھا اور نہ وہ آئے۔ اس طرح قادیانی جماعت میں ایک انتشار پیدا ہو گیا۔ بے شمار لوگ اسی وقت توبہ کر کے احمدیت سے آزاد ہو گئے متعدد احمدیوں نے حضرت پیر مہر علی شاہ کی روزانہ کی مجالس درس ہدایت سن کر بہت اثر لیا اور احمدیت سے تائب ہو گئے۔ بہر صورت اس مناظرے میں جب مرزا غلام احمد قادیانی نہ پہنچے تو جلسہ گاہ میں موجود احمدیوں نے کئی طرح کے حیلے بہانے اور جواز تلاش کرنے شروع کر دیئے۔ لیکن اس تحریک احمدیت پر ایک اور ضرب لگانے کے لیے ۲۷ اگست ۱۹۰۰ء کو بادشاہی مسجد لاہور میں ایک عظیم الشان جلسہ کا اہتمام کیا اور اس متوقع مناظرہ کی مکمل روداد بیان کی۔ اس کے ساتھ ساتھ قادیانی تحریک کے اغراض و مقاصد اور اس کی مذموم کارروائیوں کو بے نقاب کیا اور اس جلسے کی ساری کارروائی اہل اسلام کی اطلاع کے لیے شائع کر دی گئی۔ اس معرکۂ حق و باطل میں خدا نے پیر مہر علی شاہ کو حق کی بنا پر کامیابی و کامرانی بخشی، اور دین اسلام دشمن کی کارروائیوں سے محفوظ و مامون رہا

قومی خدمات

حضرت پیر مہر علی شاہ مسلمانوں کے لیے جدید علوم فنون کی ضرورت اور اہمیت سے بخوبی واقف تھے۔ وہ دینی مدارس کی بقا اور قیام کا ہمیشہ خیال رکھتے تھے۔ حضرت پیر مہر علی شاہ کو "انگریزی کو بطور زبان پڑھنے اور سیکھنے پر اعتراض نہیں تھا۔ بلکہ حکومت برطانیہ کے عہد میں دنیوی کاروبار اور مفاد کے لیے اسے ضروری سمجھتے تھے۔" انہیں اس امر کا بھی بخوبی علم تھا کہ انگریزی ادب میں ایسا مواد بھی بھرا ہوتا ہے کہ جو مذہب اور قومی یکجہتی کے لیے باعث نقصان ہوتا ہے اس لیے وہ اسلامی علوم

کی تحصیل کو بھی ضروری قرار دیتے تھے۔

حضرت پیر مہر شاہ بھی ان بزرگان میں سے تھے جو ہندوستان کو "دارالحرب" قرار دینے کے مخالف تھے۔ اس طرح اگر ملک کو "دارالحرب" قرار دے دیا جاتا تو کئی طرح کے اسلامی شعائر کی پابندی سے مسلمان محروم ہو جاتے تھے۔ اور ان کی جداگانہ شناخت بھی مجروح ہوتی تھی۔ بعض علماء کی انگیخت پر کئی شہروں میں اس برعظیم کو "دارالحرب" قرار دے کر نماز جمعہ تک کی ادائیگی روک دی تھی۔ لیکن حضرت پیر مہر علی شاہ نے اس رویے کی شدید مخالفت کی اور کئی شہروں میں بالخصوص صوبہ سرحد کے علاقوں میں جمعہ کی نماز از سر نو جاری کروائی۔ البتہ انہوں نے برطانیہ کی ایسی ملازمت کہ جس میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اقدام لازم آتا ہو، کو ناجائز قرار دے دیا۔ حکومت برطانیہ کے خلاف اس طرح کا اعلان کہ جب وہ جنگ عظیم اول میں مصروف ہو اور اس کا ستارہ عروج پر ہو، ایک طرح کے جہاد سے کم نہیں تھا۔ بہر صورت حکومت برطانیہ پیر سید مہر علی شاہ کی عظمت، بے ریا دینی رہنمائی اور مرجع خلائق ہونے کے باعث انہیں کئی طرح کی مراعات دینے کے لئے بھی تیار تھی۔ لیکن حضرت پیر مہر علی شاہ نے ان میں سے کسی بھی پیش کش کو قبول کرنا اسلامیانِ ہند کے مفاد کے خلاف سمجھا اور وہ اس طرح کی منفعت انگیز کارروائیوں کے باوجود قومی اور ملی سطح پر خدمات انجام دیتے رہے۔

اسی طرح ۱۹۱۱ء میں تنسیخ بنگال کے موقع پر برطانوی بادشاہ جارج پنجم نے اپنی تاج پوشی کی رسم کو بڑی دھوم دھام سے منانے کی خاطر برعظیم پاک و ہند میں بھی جشن کا اہتمام کیا۔ یہ وہ دور تھا کہ جب مسلمان طرابلس اور بلقان میں انگریزوں کی مصلحت انگیز اور دوغلی پالیسیوں کا شکار ہو کر چوٹ کھا چکے تھے۔

اس موقع پر تنسیخ بنگال سے ہندوؤں کو سیاسی طور پر دوبارہ بہت فائدہ پہنچ چکا تھا۔ اس لیے وہ اپنی وفاداریوں کا یقین دلانا چاہتے تھے۔ اسی حوالے سے جب دہلی میں برطانوی شاہی دربار منعقد ہوا تو اس میں شمولیت کے لیے حضرت پیر مہر علی شاہ کو بھی دعوت دی گئی۔ لیکن اس شمولیت سے حضرت پیر مہر علی شاہ نے مسلمانوں کے حقوق و مفادات کے خلاف سمجھا اور استعمار و استبداد کا ساتھ دینا ناپسند کرتے ہوئے انکار کر دیا تھا۔ ان کے اس انکار پر انگریز حکومت نے انہیں اپنا دشمن اور مخالف سمجھ کر ایذا رسانی کی جانب میلان کر لیا تھا۔

حضرت پیر مہر علی شاہ استعماری انگریزوں کو مسلمانوں کا دشمن قرار دیتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ کانگرس کو بھی مسلمانانِ ہند کے لیے ایک منفی رویہ رکھنے والی جماعت کا نام دیتے تھے۔ انہوں نے صحیح اسلامی تعلیمات کے حوالے سے کانگرسی جمیعت العلماء ہند کی تحریکوں اور کارروائیوں سے بھی مسلمانوں کو بچانے کے لیے کئی محاذوں پر کام کیا۔

حضرت پیر مہر علی شاہ اپنی درویشی کے باعث شاہی درباروں میں ہر طرح کی شمولیت سے پرہیز کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ کسی شاہی دربار میں جانا ایک طرح کی مسلمانوں کی ذلت ہے۔ اس دور میں چونکہ برطانیہ کا ستارہ عروج پر تھا اور متعدد والیانِ ریاست بھی انگریزوں ہی کا دم بھرتے تھے، لیکن سید پیر مہر علی شاہ ایک ذاتی جاگیر کے مالک ہونے کے باوجود بھی بہتر نہیں سمجھتے تھے۔ انہوں نے شاہی درباروں میں کسی مصلحت کے تحت جانے کو بھی ناپسند کیا تھا ایک جگہ پر انہوں نے لکھا تھا کہ "ہمارا بھاری عیب یہ ہے کہ تعلق اور خوشامد مزاج نہیں۔ جس کی وجہ سے خوشامد طلب خوش ہو سکتے تھے۔

پہلی جنگ عظیم کے بعد رولٹ ایکٹ کے خلاف ہنگاموں کے دوران میں جلیانوالہ باغ امرتسر میں سر مائیکل اوڈ دائر نے بے شمار لوگوں کو گولیوں کا نشانہ بنا دیا تھا۔ جب پنجاب سے اس کی روانگی ہونے لگی تو یہاں کے مقامی لوگوں نے اس کے لیے لاہور میں ایک الوداعی تقریب کا اہتمام کیا۔ اس تقریب میں کئی مسلمانوں حتی کہ سجادہ نشینوں نے بھی شرکت اور انگریزی حکومت کی توصیف و تعریف کی گئی۔ اس تقریب میں شمولیت کے لیے بھی سید پیر مہر علی شاہ کو دعوت دی گئی تھی۔ لیکن آپ نے اس اجتماع میں شرکت سے قطعاً انکار کر دیا تھا۔ کیونکہ حضرت صاحب ایک ظالم کی حمایت اور تائید نہیں کر سکتے تھے۔

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قاطع قادیانیت

مؤلفہ

مصباح الدین

حصہ دوم

ص۱۱ تا ص۱۸

علمائے اسلام سے مناظرے

مرزا صاحب کا اولین تعارف بحیثیت مناظر الاسلام ہوا تھا۔ جس کی وجہ سے مسلمانوں کی ہمدردیاں ان کو حاصل تھیں ہلکے پھلکے دعوؤں تک تو مسلمانوں نے ان سے حسن ظن رکھا۔ لیکن جب کفر و الحاد کی وادی میں کھل کر قدم رکھا تو پھر محاسبہ شروع ہو گیا۔ لاہور، لدھیانہ اور دہلی میں علماء سے مناظرے ہوئے تو ایک نہ ایک عذر رکھ کر درمیان ہی میں سے راہ فرار اختیار کر گئے۔ لیکن خاموش نہ بیٹھے اپنی فتح کا اشتہار ضرور شائع کر دیا جاتا تھا۔ مرزا صاحب کی ایسی کتابیں اور اشتہار عام ہونے جن میں قرآن و حدیث سے انحراف ہے تو علماء کی طرف سے تردید شروع ہو گئی۔ اسی ضمن میں جناب سید پیر مہر علی شاہ قدس سرہٗ نے ایک کتاب شمس الہدایہ فی اثبات حیات المسیح تصنیف فرمائی۔ اس کتاب میں حیات عیسیٰ علیہ السلام کو اس عمدگی سے ثابت کیا ہے کہ مرزا صاحب کے دعویٰ مسیح موعود کی بنیاد کو جڑ سے اکھیڑ دیا ہے۔ مرزا صاحب کی طرف سے اس کا جواب شمس بازغہ محمد احسن امروہی کے نام سے شائع ہوا۔ اس جواب سے مرزائیوں کی خفت میں الٹا اضافہ ہوا حضرت پیر صاحبؒ نے شمس بازغہ کی تردید میں کتاب "سیف چشتیائی" رقم فرمائی جس

مرزائی حلقوں میں کہرام مچ گیا۔ اور جواب لکھنے کی آج تک شرافت پر سیاہ داغ ہے مطالعہ سے ہر شخص خود بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے۔

مرزا صاحب نے ایک عرصہ خاموش رہنے کے بعد حسب عادت ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء کو ایک مطبوعہ اعلان کے ذریعہ ہندوستان بھر کے ۸۶ علماء کرام اور صوفیائے عظام کو لاہور آکر مقابلہ کی دعوت دی۔ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحبؒ سے زک کھا چکے تھے۔ اس اشتہار میں ان کو خصوصی طور سے مخاطب کر کے نزلہ ان الفاظ میں اتارا:

مہر علی شاہ صاحب اپنی رسمی مشیخت کے غرور سے اس خیال میں لگے ہوئے ہیں کہ کسی طرح اس آسمانی سلسلہ کو مٹا دیں۔ اس غرض سے انہوں نے جو کتابیں لکھی ہیں وہ اس بات پر کافی دلیل ہیں کہ وہ علم قرآن اور حدیث سے بے بہرہ اور بے نصیب ہیں۔ مقابلے کا ایک سہل طریقہ پیش کرتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ پیر صاحب میرے مقابل سات گھنٹے تک زانو بہ زانو بیٹھ کر چالیس آیات قرآنی کی عربی میں تفسیریں لکھیں۔ وہ تفسیریں مولوی محمد حسین صاحب، مولوی عبد الجبار صاحب غزنوی اور مولوی عبد اللہ صاحب پروفیسر لاہوری کو یا تین اور عالموں کو منتخب کر کے سنائی جائیں جس کی تفسیر کو وہ حلفاً پسند کریں۔ اس کو موید من اللہ سمجھا جائے اگر پیر صاحب کی تفسیر بہتر ثابت ہوئیں تو میں اقرار کرتا ہوں کہ اپنی تمام کتابیں جو اپنے دعووں کے متعلق ہیں جلا دوں گا اور اپنے تئیں مخذول اور مردود سمجھ لوں گا۔ اگر پیر صاحب مغلوب ہوئے یا انہوں نے مباحثہ سے انکار کیا تو وہ مجھ سے بیعت کریں اور میرا غالب آنا اسی صورت میں متصور ہو

گا۔ جب کہ پیر صاحب بجز رکیک عبارت اور لغو تحریر کے کچھ بھی نہ لکھ سکیں اور وہ ایسی تحریریں ہوں جس پر اہل علم تھوکیں اور نفرت کریں۔ کیونکہ میں نے خدا سے دعا کی ہے اور وہ ایسا ہی کرے گا۔ خدا پیر صاحب کی دعا قبول نہیں کرے گا۔ کیونکہ وہ اس کے مامور مرسل کے دشمن ہیں۔ اس لئے آسمان پر ان کی کوئی عزت نہیں۔ میں مکرر لکھتا ہوں کہ پیر صاحب مباحثہ میں ناکام رہیں گے بلکہ مباحثہ کے لیے لاہور ہی نہیں آئیں گے۔ اگر میں حاضر نہ ہوا تو اس صورت میں بھی میں کاذب سمجھا جاؤں گا۔

مرزا صاحب کا یہ اشتہار بڑا طویل ہے سارے مضمون کے لئے کئی صفحات درکار ہیں اس لیے خلاصہ پیش کیا ہے واضح رہے کہ مامور من اللہ نے جواریوں کی طرح کبھی شرطیں لگائیں اور نہ لاف زنی ان کا شیوہ تھا مرزا صاحب کا مضمون ان کی علمی لیاقت، ذہنی کیفیت اور اخلاقی افلاس کا آئینہ دار اور ان کے دعوؤں کے بطلان کا ایک زندہ ثبوت ہے۔ بہرحال یہ اشتہار حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ۲۵ جولائی ۱۹۰۰ء کو ملا اور اسی دن اپنی منظوری کا خط کہ مجھ کو دعوت معہ شرائط مجوزہ بسر و چشم منظور ہے بذریعہ رجسٹری روانہ کردیا۔

مرزا صاحب کے اشتہار میں یہ مضمون بھی تھا۔

"اس علامت کا منتظر رہنا کہ جب مسیح موعود کا دعویٰ کرنے والا آسمان سے اترتا نظر آئے گا تب ہی ہم اس کو قبول کریں گے سخت حماقت ہے کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کبھی اور کسی زمانہ میں حضرت عیسیٰ ؑ جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چڑھ گئے تھے یا کسی آخری زمانہ میں جسد عنصری کے ساتھ نازل ہوں گے اگر لکھا

ہے تو کیوں ایسی حدیثیں پیش نہیں کرتے جیسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان کے زعم میں فرشتوں کے ساتھ آسمان سے اتریں گے ایسا ہی ان کا یہ عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی معراج میں فرشتوں کے ساتھ آسمان پر گئے تھے مگر کس نے آنحضرت کا چڑھنا اترنا دیکھا ہے۔ جب نہ صدیق اکبرؓ نے دیکھا ہے نہ عمر فاروقؓ نے اور نہ علی المرتضیٰؓ نے۔ پھر تم کیا حیثیت رکھتے ہو کہ مسیح موعود کو آسمان سے اترتا دیکھو"

مرزا صاحب کے اس اظہار خیال کے بعد پیر صاحبؒ کے لیے ضروری ہو گیا تھا کہ وہ حضرت عیسیٰؑ کے نزول کو احادیث سے ثابت کریں، لہٰذا منظوری کے خط میں اس شرط کا اضافہ بھی ضرورتاً کرنا پڑا۔

"میں امید کرتا ہوں کہ مرزا صاحب بھی میری ایک ہی گزارش کو بہ مسلک شرائط منسلک فرمادیں گے وہ یہ ہے کہ مدعی مسیحیت و مہدیت و رسالت لسانی تقریر سے بمشافہ حضار جلسہ اپنے دعویٰ کو بپایہ ثبوت پہنچاویں اگر بپایہ ثبوت نہیں پہنچا سکے تو بیعت تو یہ کرنی ہو گی۔ یہ وہ شرط ہے کہ جناب کے دعویٰ اور تحقیق حق کے لیے عند العقلاء مقتضی بالطبع ہے ظاہر ہے کہ تیز نویسی اور قافیہ سنجی کو بعد بطلان دعادی کے کچھ بھی وقعت و عظمت نہیں حقائق و معارف قرآنیہ جن سے جناب کی تصانیف بھری ہوئی ہیں وہی جناب کے دعویٰ کو عدم حیثیت کی وجہ سے دھبہ لگا رہے ہیں علمائے کرام کی تحریرات اس پر شاہد ہیں، تیز نویسی چونکہ بروز عیسویؑ اور بروز محمدی (جس کے آپ دعویٰ دار ہیں) بالکل اجنبی اور برطرف ہے (کیونکہ وہ دونوں اُمّی تھے مضمون نویس

نہ تھے اپنے دعوؤں کو لسانی طور سے ثابت کیا کرتے تھے، لہٰذا مضمون نویسی کو موخر رکھا جائے گا۔ اس شرط کی منظوری سے معہ تاریخ مقررہ کے مشرف فرمادیں، اپنی طرف سے ۲۵ اگست ۱۹۰۰ء متعین کی جاتی ہے۔"

مرزا صاحب نے اشتہار کی غرض جہاں اظہارِ حق ٹھہرائی وہاں یہ بھی غرض ظاہر کی تھی۔

"پیر مہر علی شاہ اپنی کتاب شمس الہدایۃ کے صفحہ ۸۱ میں یہ لاف زنی کر چکے ہیں کہ قرآن شریف کی سمجھ ان کو عطا کی گئی ہے اگر وہ اپنی کتاب میں اپنی جہالت کا اقرار کرتے اور فقر کا دم نہ مارتے تو اس دعوت کی کچھ ضرورت نہیں تھی۔

حضرت پیر صاحبؒ نے اس کا یہ جواب ارقام فرمایا۔

"آپ فرماتے ہیں کہ صفحہ ۸۱ میں نیاز مند نے علم اور فقر میں لاف زنی کی، لاف زنی کی کیفیت تو ناظرین کو ملاحظہ مذکورہ سے معلوم ہو جائے گی۔ بھلا آپ یہ تو فرمایئے کہ جب آپ اپنی دعوت میں مامور من اللہ ہیں تو پھر لاف زنی پر اس دعوت کو ٹھہرانا قبول بالمتناقضین نہیں تو کیا ہے۔ نیاز مند یا علماء کرام کو جناب سے کسی قسم کا عناد یا حسد نہیں۔ انصاف فرمادیں کہ ظاہر میں تو آپ کا عشق محمدی اور قرآن کریم سے دم مارنا اور درپردہ اور علانیہ کتاب وسنت کی تحریف کرنی بلکہ اس پر اوروں کو بھی ایمان لانے کی تکلیف دینا۔ بھلا ان باتوں پر علماء کیسے خاموش بیٹھے رہیں۔"

حضرت پیر صاحبؒ نے مرزا صاحب کی توجہ ان کی اس عادت کی طرف بھی مبذول فرمائی کہ وہ اس بات کا خیال رکھیں کہ وقت پر کوئی ایسا الہام نہ

آئے کہ شرکت سے منع کر دیا ہے۔ الہام کرنے والے سے اس بات کو پہلے ہی طے کریں کہ وہ وقت پر الہام کے ذریعہ شرکت جلسہ سے روکے گا تو نہیں، وقت پر ایسا الہام قابل پذیرائی نہ ہوگا۔

(منقول از اشتہار مرزا غلام احمد مہر منیر سوانح حیات حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ)

مرزا صاحب کی طرف سے دعوت مباحثہ اور پیر صاحب کی منظوری نیز تاریخ ۲۵۔ اگست ۱۹۰۰ء کی تقرری کا اعلان عام ہوا تو ساٹھ علماء و مشائخ کے دستخطوں سے ایک اشتہار شائع ہوا کہ ہم لوگ بھی شرکت کے لیے تاریخ مقررہ پر لاہور پہنچ رہے ہیں۔ حافظ محمد دین صاحب مالک مصطفائی پریس لاہور نے اس خیال سے کہ جلسہ کے انعقاد میں کسی قسم کی رکاوٹ پیش نہ آئے۔ اپنی طرف سے ایک رجسٹری خط اس مضمون کا لکھا۔ کہ اگر وہ مباحثہ کی شرائط میں کوئی ترمیم چاہیں تو فوری طور سے مطلع کر دیں۔ مرزا صاحب کی خدمت میں روانہ کر کے اسے مشتہر بھی کر دیا۔

تاریخ جلسہ سے چار یوم قبل مرزا صاحب کے حواری محمد احسن امروہی کا ایک مطبوعہ خط گولڑہ شریف پہنچا جس میں لکھا تھا کہ مرزا صاحب کو تقریری مباحثہ منظور نہیں اگر تفسیر نویسی میں مقابلہ کرنا ہو تو پیر صاحب آ جائیں۔ مرزا صاحب کا عذر ختم کرنے کے لیے پیر صاحب کی طرف سے حکیم سلطان محمود نے یہ اعلان شائع کرا دیا کہ حضرت صاحب ۲۵۔ اگست کو مرزا صاحب کی اپنی شرائط یعنی صرف تحریری مباحثہ کے لئے لاہور آ رہے ہیں اور اعلان کی ایک نقل رجسٹری کرا کر مرزا صاحب کو بھی بھجوا دی۔

مرزا صاحب کے چیلنج کی حیثیت بالکل انفرادی تھی جس میں دو مضمون نگار تفسیر نویسی اور عربی علم و ادب میں اپنی قابلیت کے جوہر دکھا کر زیادہ سے زیادہ برابری کی یا ایک دوسرے پر فائق ہونے کی سند حاصل کرتے، پیر صاحب کی تجویز

کہ آپ پہلے اپنے ان دعووں کو ثابت کر دیں اور پھر تفسیر نویسی کے جوہر بھی آزما لیجئے گا۔ ایسی معقول تجویز تھی کہ جس میں اسلام اور قادیانیت کی دس برس کی کشمکش کے تصفیہ کے روشن امکانات موجود تھے لیکن مرزا صاحب بھلا معرکہ حق و باطل کے لیے کیسے راضی ہوتے۔ جبکہ ان کی تحریک کی بنیاد مذہب پر نہیں بلکہ سیاست پر رکھی گئی تھی۔ تاکہ مسلمان انتشار کا شکار رہیں اور دشمن اس سے فائدہ اٹھاتا رہے اکثر لوگوں نے جب یہ خیال ظاہر کیا کہ تقریری مناظرہ کی شرط واپس نہیں لینی چاہیئے تھی تو پیر صاحبؒ نے ارشاد فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ کسی طرح مرزا صاحب ایک بار علماء و مشائخ اسلام کی برگذیدہ مجلس میں آجائیں اور کیا عجب کہ حدیث شریف یہ وہ قوم ہیں جن کے پاس بیٹھنے والا بدبخت نہیں ہوتا کی برکات سے بہرہ ور ہو کر راہ راست پر آجائیں۔ مرزا صاحب کی فصیح عربی اور زود نویسی کی تعلّی کا ذکر کرتے ہوئے حضرت نے یہ بھی فرمایا تھا کہ علماء اسلام کا اصل مقصود تحقیق حق اور اعلاء کلمۃ اللہ ہوا کرتا ہے۔ فخر و تعلّی کے تو وہ پاس بھی نہیں جاتے۔ ورنہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت میں بحمد للہ اس وقت بھی ایسے خادم دین موجود ہیں کہ اگر قلم پر توجہ ڈالیں تو وہ خود بخود کاغذ پر تفسیر قرآن لکھتا چلا جائے اور ہاتھ کو دخل نہ ہو۔ اس سے قبل مرزا صاحب ایام الصلح میں اہل اسلام سے بایں الفاظ میدان مبازرت بھی طلب کر چکے تھے۔

"آج اس نیلگوں آسمان کے سایہ میں کسی شخص کی مجال نہیں کہ میرے ساتھ ہمسری کی لاف مار سکے۔ میں آشکارا اور بے باک کہتا ہوں کہ اے اہالیٔ اسلام تمہارے درمیان بعض لوگ محدثیت اور مفسریت کا دعویٰ کر کے گردن فرازی کرتے ہیں اور بعض طائفے ہیں کہ نازش ادب سے زمین پر پاؤں نہیں رکھتے اور گروہ ہیں جو خدا

شناسی کے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں اور اپنے تئیں چشتی قادری نقشبندی اور سہروردی اور کیا کیا کہلاتے ہیں ان سب سے کہو ذرا میرے سامنے تو آئیں۔ (ترجمہ عربی)

ہمارا خیال ہے کہ پیر صاحب منشی پنے اور صحافیوں کی طرز کے مقابلہ کے لیے غالباً اسی تحدی اور مبارزہ طلبی کے جواب میں آمادہ ہوئے ہوں گے۔ بہر حال جب اسلام کے خادم نے زبانِ حال سے پکارا۔

خاکسارانِ جہاں را بحقارت منگر
تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

تو لاف و گزاف مارنے والے مدعی صاحب کو گھر سے باہر قدم نکالنے کی بھی جرأت نہ ہوئی۔

مباحثہ کا انعقاد شاہی مسجد میں قرار پایا تھا اس لیے ۲۵۔ اگست سے ہی پولیس نے حفظِ امن کے انتظامات کر دیئے تھے۔ اس مباحثہ کا نتیجہ دیکھنے کے لئے موافقوں اور مخالفوں سب کی نظریں مشتاق تھیں۔ باہر سے بھی کافی لوگ لاہور آئے۔ لاہور کے قادیانی تو اس خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ مرزا صاحب پہلے ہی الہامی بشارات شائع کر چکے ہیں کہ ان کو عظیم الشان فتح حاصل ہو گی۔ منتظمین جلسہ کو قادیانی حلقے برابر اطمینان دلاتے رہے کہ مرزا صاحب شرکت کریں گے۔ لیکن جب پیر صاحب اور دوسرے لوگ صبح کے وقت شاہی مسجد کی طرف جا رہے تھے تو راستہ میں دیواروں پر یہ اشتہارات لگے ہوئے پائے جن کا عنوان تھا۔ پیر مہر علی کا فرار۔ پیر صاحب کو بچشم خود لاہور میں دیکھنے والے زبان حال سے پکار اٹھے۔

ایں چہ می بینم بہ بیداری ست یارب یا بخواب

مرزا صاحب کا یہ بھی ایک معجزہ تھا یا مراق کے دورے کا اثر کہ قادیان میں

بیٹھے ہوئے مرزا صاحب کو پیر صاحب کا فرار نظر آگیا۔ مرزا صاحب کی اس حرکت سے بہت سے قادیانی تائب ہوئے۔ لیکن تنخواہ دار قادیانی محمد احسن امروہی اور عبدالکریم سیالکوٹی ہزیمت کا داغ دھونے کی ناکام سعی میں اس قسم کے اشتہار لگا رہے تھے۔

"پیر صاحب گولڑہ نے آخر الزماں کے مقابلے میں فرار اختیار کیا۔"

"آسمانی نشان نے مولویوں اور پیروں کی شخصیتوں کو کچل دیا۔"

"مسیح موعود کی الہامی بشارات صحیح ثابت ہوئیں۔"

لاہور میں آباد قادیانیوں نے مرزا صاحب کا فرار آنکھوں سے دیکھا تھا اور جب مرزا جی کی طرف سے اس کے برعکس اشتہار بازی میں پیر صاحب کا فرار لکھا ہوا دیکھا تو وہ بھی برافروختہ ہو گئے۔ بہت سے قادیانیت سے تائب ہوئے اور پرانے معتقد منشی الٰہی بخش پر تو اتنا اثر ہوا کہ ایک کتاب "عصائے موسیٰ" کے نام سے لکھ کر بہت سے رازوں کا انکشاف کیا۔

مرزا جی بھی خاموش رہنے والے نہ تھے اس لیے ایک اشتہار شائع کیا کہ فتنے کے اندیشہ کی وجہ سے شریک نہ ہوئے۔ لاہور میں قدم رکھنا گویا آگ میں قدم رکھنا تھا۔ (تبلیغ رسالت جلد ۱۰ ص ۱۲۹)

اس کا جواب منشی الٰہی بخش نے دیا کہ اگر مقابلہ میں آنا خطرہ تھا تو مقابلہ کی دعوت کیوں دی تھی؟

اصل بات یہ تھی کہ مرزا صاحب جانتے تھے کہ مناظرہ بازی پیر صاحب کا شیوہ نہیں اور وہ لاہور تشریف نہیں لائیں گے۔ اس بات کے الہام بھی گھڑ دیئے تھے۔ لیکن پیر صاحب نے موقع کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے اپنا فریضہ علیٰ ادا کیا۔ اگر وہ تشریف نہ لے جاتے تو عوام کو بہکانے کے لیے مرزا جی کو ایک

موقع مل جاتا۔ مرزا نے اس زخم کے اندمال کی ایک ترکیب یہ سوچی کہ اس نے ایک رسالہ "اعجاز مسیح" کے نام سے قرآن کے معجزہ کی طرح پیش کیا اور لاف زنی کی کہ روئے زمین پر کوئی نہیں جو اس جیسی فصیح و بلیغ سورہ فاتحہ کی تفسیر مقابلہ میں لاسکے۔

اوّل تو تفسیر کا مضمون ہی ملحدانہ ہے دوسرے زبان اور عربی ادب کے لحاظ سے نہایت پوچ ہے علماء نے اس اعجاز کی دھجیاں اُڑا دیں اور پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف "سیف چشتیائی" کے صفحہ ۴۰ سے ۸۲ تک میں نہ صرف اغلاط دکھائے بلکہ یہ بھی نشاندہی کی ہے کہ فلاں فلاں عبارت کس کس کتاب سے چرائی ہے۔ اس دوسری زک نے تو مرزاجی کو اس قدر حواس باختہ کیا کہ جواب کے بجائے بیس صفحے اپنی کتاب "نزول المسیح" کے ۶۲ سے ۸۱ تک پیر صاحب کو گالیاں دینے میں سیاہ کردیئے۔ اگر کوئی ان صفحات کو پڑھے تو اسے اندازہ ہوجائے گا کہ یہ گالیاں خدا کا بنایا ہوا نبی دے سکتا ہے؟ یا شیطان کا خلیفہ۔

قادیانی فتنہ

اور

علمائے حق

تالیف

محمد سعید احمد

ص۷۷ تا ص۷۸
تک

حضرت پیر مہر علی شاہ کا
دعوتِ مناظرہ اور مرزا کی روپوشی

رمضان ۱۳۱۷ھ اوائل ۱۹۰۰ء میں خواجہ گولڑوی نے شمس الہدایہ تصنیف کی۔ علماء اسلام نے آپ کو داد تحسین دی۔ دوسری طرف قادیان میں تہلکہ پڑ گیا۔ مرزا قادیانی پر اوس پڑ گئی۔ اور وہ مبہوت ہو کر لاجواب ہوا۔ جھوٹا بھرم رکھنے کو حکیم نور الدین بھیروی (راست راست مرزا قادیانی اور مرزا کے مرنے کے بعد مرزائیوں کے خلیفہ اول) نے اپنے مکتوب محررہ ۲۰۔ فروری ۱۹۰۰ء بار سوالات لکھ کر حضرت پیر صاحب گولڑہ کو جواب دینے کے لیے روانہ کیا۔ تاجدار گولڑہ نے ان سوالات کا فوری شافی جواب لکھ کر ارسال کر دیا اور ساتھ ہی ایک سوال حقیقت معجزہ سے متعلق اس سے کیا۔ یہ سوال آج تک مرزائیت کے گلے کا کانٹا بنا ہوا ہے۔

مرزا قادیانی ۲۲۔ جولائی ۱۹۰۰ء کو ایک اشتہار شائع کیا، اس میں چھیاسی علماء کو دعوت مناظرہ دی ان میں تاجدار گولڑہ کا نام بھی تھا۔ مناظرہ کا موضوع عربی میں قرآنی آیات کی تفسیر لکھنا قرار پایا۔

حضرت پیر مہر علی گولڑوی نے ۲۵۔ جولائی ۱۹۰۰ء کو ایک مکتوب میں مرزا قادیانی کی دعوت مناظرہ قبول کر لی ۲۵۔ اگست ۱۹۰۰ء لاہور کے مقام پر مناظرہ ہونا قرار پایا۔

حضرت پیر مہر علی گولڑوی کے علاوہ علماء اہلِ سنت اور دیگر فرقوں کے اکابر جمع ہو گئے۔ بادشاہی مسجد میں بالاتفاق علماء حضرت پیر مہر علی گولڑوی مناظر اسلام مقرر ہوئے۔ بار بار اعلان اور تقاضا کے مرزا نے راہِ فرار اختیار کی۔ اس طرح باوجود طلب مناظرہ کے مرزا قادیانی مناظرہ میں نہ خود آیا نہ نمائندہ بھیجا قادیانیوں کو سخت ہزیمت اٹھانا پڑی۔

بعدازاں اس اجتماع سے حضرت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری، مولانا محمد حسن فیضی، مولانا تاج الدین جوہر، مولانا ابوسعید عبدالخالق جہاں خیلاں، مولانا مفتی محمد عبداللہ ٹونکی، مولانا احمد دین اور دیگر اکابرین علماء اہلِ سنت نے خطاب کیا۔

اسی موقع پر اٹھاون علماء اور اٹھائیس اکابر ملت (۲۸) کی طرف سے مناظرہ میں مرزا کا فرار اور اہلِ سنت کی فتح کا اشتہار شائع ہوا۔

حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی نے اعجاز احمدی کے جواب میں سیف چشتیائی ۱۹۰۲ء میں لکھی۔

نومبر ۱۹۰۴ء میں مرزا غلام احمد قادیانی سیالکوٹ پہنچا اپنے باطل عقائد کی تبلیغ کرنے لگا۔ حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری نے باوجود علالت کے ایک ماہ سیالکوٹ میں قیام فرمایا۔ جگہ جگہ خود بھی مرزا کا رد فرمایا علماء کو بلوا کر مرزائیت کے رد میں تقریریں کروائیں۔ علماء اہلِ سنت کے دلائل سے عاجز آکر مرزا اس کے بعد سیالکوٹ میں داخل ہونے کے قابل نہ رہا۔ بقیہ زندگی سیالکوٹ کی زمین اس کے لیے تنگ کر دی گئی۔

دیگر معرکۂ قادیانیت

اور حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ

مرزا قادیانی نے عیسائیوں اور آریوں سے مناظرے کر کے غیر معمولی شہرت حاصل کر لی تو اس نے ملک کے مشہور مشائخ کو دعوت نامے ارسال کیے۔ جن کا مضمون یہ تھا کہ :۔

”میں مسیح موعود ہوں اور خدا تعالیٰ کی طرف سے احیائے دین اور عروج اسلام کے لیے مامور کیا گیا ہوں۔ آپ اس مشن میں میری اعانت کریں۔

جب یہ دعوت نامہ حضرت قبلہ عالم پیر مہر علی شاہ صاحبؒ کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے یہ جواب لکھوایا کہ میں آپ کو مسیح موعود اور مامور من اللہ نہیں مانتا۔ آپ اپنی توجہ حسب سابق غیر مسلموں کے ساتھ مناظرات اور تبلیغ اسلام پر مرکوز رکھیں اور عند اللہ ماجور رہوں۔“ جب یہ خط مرزا صاحب کو پہنچا تو وہ بہت بوکھلائے۔ کیونکہ ہر طرف سے مایوس ہو کر ” ایام الصلح“ میں مرزا نے مشائخ پر بہ طریق ذیل اپنا غبار نکالا۔

” ایں وقت زیر نیلگوں ہیچ متنفس قدرت ندارد کہ لاف برابری با من زند من آشکارا می گویم و ہرگز باک ندارم اے اہالیان اسلام درمیان شما جماعتے باشند کہ گردن بدعوی محدثیت و مفسریت برمی فرازند و طائفہ

اندکہ از نازش ادب پا بر زمین نگذارند ہے اندکہ دم بلند از خدا شناسی زنند و خود را چشتی و قادری و نقشبندی و سہروردی چہا چہا مے گویند ایں جملہ طوائف را نزد من بیارید"

یعنی اس وقت آسمان کے نیچے کسی کی مجال نہیں جو میری برابری کی لاف مد سکے۔ میں اعلانیہ اور بلا کسی خوف کے کہتا ہوں کہ اے مسلمانو! تم میں بعض لوگ محدثیت و مفسریت کے بُلند بانگ دعوئے کرتے ہیں اور بعض ازراہِ ناز زمین پر پاؤں بھی نہیں رکھتے اور کئی خدا شناسی کا دم بھرتے ہیں اور چشتی اور قادری اور نقشبندی اور سہروردی اور کیا کیا کہلاتے ہیں۔ ذرا ان کو میرے سامنے تو لاؤ۔

جب مرزا صاحب کو زیادہ شہرت ہو گئی اور ظاہر بین اور کم علم لوگ متاثر ہونے لگے۔ تو علماء کی درخواست کو شرفِ قبولیت بخشتے ہوئے حضرت قبلہ عالم گولڑوی اس فتنے کی طرف متوجہ ہوئے اور ۱۳۱۷ھ بمطابق ۱۸۹۹ء۱۹۰۰ء ماہ شعبان و رمضان المبارک میں اور اد و اشغال روزمرہ سے کچھ وقت بچا کر ایک رسالہ بعنوان "شمس الہدایت فی اثبات المسیح" تحریر فرمایا۔ جو رمضان شریف ہی میں زیورِ طبع سے آراستہ و پیراستہ ہو کر برصغیر کے علماء و مشائخ میں تقسیم ہوا۔ ایک کاپی بذریعہ رجسٹری مرزا صاحب کو بھی قادیان روانہ کر دی گئی۔

اس کتاب میں حضرت گولڑوی رح نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر زندہ اٹھائے جانے اور قیامت کے قریب بجسد عنصری زمین پر نازل ہو کر اسلام کی نصرت کا باعث ہونے کو قرآن مجید اور صحیح احادیث سے ثابت فرمایا۔ اور اس عقیدہ کو اُمتِ اسلامیہ کے اجماعی اور

متفق علیہ عقائد میں سے قرار دیا۔ نیز ثابت کیا کہ ان کے مثیل کے دنیا میں بطور مسیح موعود آنے کے قادیانی عقائد غلط اور باطل ہیں۔ آغاز کتاب میں آپؒ نے مرزا صاحب کی "ایام الصلح" والی تعلی جس کا ذکر ہو چکا ہے کہ مقابلہ میں ان سے کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کے معنی دریافت کئے تھے۔

کتاب کا منصۂ شہود پر آنا تھا کہ قادیان میں تہلکہ مچ گیا خصوصاً کلمہ طیبہ کے معانی کے سوال پر علمائے اسلام بھی انگشت بدندان رہ گئے اس کتاب کی مقبولیت اور قدردانی کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ ملک کے طول و عرض سے حضرت قبلہ عالم کو مبارکباد کے خطوط آنے لگے۔

مشہور اہل حدیث مولانا عبدالجبار غزنوی کا خط قابل ذکر ہے لفظ لفظ سے حضرت قبلۂ عالم سے عقیدت و محبت کا اظہار ہوتا ہے۔

اس کے بعد حکیم نورالدین نے ۲۰۔فروری کو حضرت قبلۂ عالم کی خدمت میں بارہ سوالات بھیجے۔ حضرت نے ان کے جوابات ارسال کر دیئے اور حکیم نورالدین پر ایک سوال کیا۔ مگر وہ جواب نہ دے سکا۔ حضرت نے یہ خط و کتابت بصورت اشتہار شائع کرا دی۔ حضرت کے جوابات نے ملک کے گوشہ گوشہ سے پہنچ کر علماء و فضلاء سے تحریری خراج تحسین حاصل کیا۔ اس پر عوام کی طرف سے "شمس الہدایت" کے جواب کا مطالبہ زور پکڑ گیا تو مرزا صاحب نے جوش میں آکر حضرت کو مناظرہ کی دعوت دے دی کہ میرے ساتھ عربی زبان میں تفسیر نویسی کا مقابلہ کر لو۔

تفسیر نویسی کا مقابلہ کر لو۔ چنانچہ مرزا صاحب نے ۲۲۔جولائی

۱۹۰۰ء کو بذریعہ اشتہار مقابلہ تفسیر نویسی کی دعوت دے دی۔

گولڑہ شریف میں مرزا صاحب کی دعوت کا اشتہار ۲۵۔ جولائی ۱۹۰۰ء کو موصول ہوا۔ حضرت نے اگلے ہی روز اس دعوت کا جواب ۵ ہزار کاپیوں کی صورت میں چھپوا کر ملک کے طول وعرض میں پھیلا دیا اور مرزا صاحب کو بھی بذریعہ رجسٹرڈ پوسٹ ارسال کیا۔ حضرت نے بمقام لاہور ۲۵۔ اگست ۱۹۰۰ء تاریخ مقابلہ مقرر کر دی ملک کے تمام علماء و مشائخ نے حضرت قبلہ عالم کی حمایت میں اشتہار شائع کیے اور تقریری مقابلے کا بھی مطالبہ کیا تاکہ فیصلہ واضح طور پہ ہو سکے لیکن قادیانی نہ مانے۔

جوں جوں مقابلے کا دن نزدیک آرہا تھا ملک کے اطراف و اکناف سے مسلمان لاہور پہنچ گئے اور آتے ہوئے راولپنڈی اور لالہ موسیٰ سے مرزا صاحب کو بذریعہ تار اپنی آمد کی اطلاع دے دی جب آپ لاہور تشریف لائے تو لاکھوں مسلمان دیدہ دل فرش راہ کیے ہوئے تھے۔ مباحثہ کا انعقاد شاہی مسجد میں قرار پایا۔ ۲۵۔ اگست کو پولیس نے حفظ امن کے تمام انتظامات کر رکھے تھے لیکن مرزا صاحب کو میدان میں آنے کی جرارت نہ ہوئی۔ حضرت صاحب کو جب معلوم ہوا کہ مرزا صاحب نے قادیان سے باہر نکلنے سے انکار کر دیا ہے تو آپ قادیان جانے کے لیے تیار ہونے لگے مگر مسلمانوں کی کثیر تعداد کے منع کرنے سے رک گئے۔

مرزا صاحب نے یہ کہا کہ میں کسی قیمت پر بھی لاہور آنے کو تیار نہیں کیونکہ مولوی لوگ مجھے دعویٰ نبوت میں کاذب ثابت کرنے کے بہانے

قتل کرانا چاہتے ہیں۔

جب قادیان کا یہ وفد پیغام لے کر لاہور پہنچا تو اس جماعت میں شدید انتشار پیدا ہو گیا۔ بعض لوگوں نے اسی وقت توبہ کر لی اور بعض لوگ مایوس ہو کر خانہ نشین ہو گئے جب مرزا صاحب کی آمد سے قطعی مایوسی ہو گئی تو ۲۷ اگست کو شاہی مسجد میں مسلمانوں کا ایک عظیم الشان جلسہ ہوا جس میں ممتاز علماء نے ختم نبوت پر تقاریر فرمائیں مقررین حضرات میں حضرت محدث علی پوری، مفتی محمد عبداللہ ٹونکی پروفیسر اورینٹل کالج مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مولانا عبدالجبار غزنوی قابل ذکر ہیں۔

حضرت قبلۂ عالم ۲۴ اگست لاہور میں قیام فرما کر واپس گولڑہ شریف چلے گئے تو ۳۰ اگست کو مرزا صاحب نے ایک اشتہار لاہور میں تقسیم کروایا کہ پیر صاحب مقابلہ سے بھاگ گئے ہیں اور الٹا یہ مشہور کروایا ہے کہ مرزا بھاگ گیا ہے اور میدان میں نہیں آیا۔ اگر اب بھی میری جان کے تحفظ کا بندوبست کیا جائے تو میں میدان میں آنے کو تیار ہوں۔ ملک کے علماء و مشائخ اور عوام نے چونکہ شاہی مسجد والے واقعے ہی سے مرزا صاحب کو مخاطب نہ کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ لہٰذا حضرت نے مرزا صاحب کے اس اشتہار کا کوئی نوٹس نہ لیا۔ مورخہ ۱۵ دسمبر ۱۹۰۰ء کو مرزا صاحب نے ایک اور اشتہار نکالا جس میں لکھا تھا کہ "آج میرے دل میں ایک تجویز اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈالی گئی جس کو میں اتمام حجت کے لیے پیش کرتا ہوں اور وہ تدبیر یہ ہے کہ" آج میں ان متواتر اشتہارات کا جو پیر مہر علی شاہ صاحب کی تائید میں نکل رہے ہیں۔ یہ جواب دیتا ہوں کہ میں اسی جگہ بجائے

خود سورۃ فاتحہ کی عربی فصیح میں تفسیر لکھ کر اس سے اپنے دعویٰ کو ثابت کروں کہ اس کے متعلق معارف اور حقائق سورۃ ممدوحہ کے بھی بیان کروں اور حضرت پیر صاحب میرے مخالف آسمان سے آنے والے مسیح اور مہدی کا ثبوت اس سے ثابت کریں ۔ یہ دونوں کتابیں دسمبر ۱۹۰۰ء کی پندرہ تاریخ سے ۷۰ دن تک چھپ کر تیار ہو جانی چاہئیں ۔ تب اہلِ علم لوگ خود مقابلہ اور موازنہ کرلیں گے"۔ ساتھ ہی مرزا صاحب نے مبلغ پانچ صد روپیہ انعام رکھا کہ اگر حضرت کی تفسیر مقابلہ میں بہتر قرار دے دی جائے تو انعام ان کا حق ہو گا ۔ حضرت کی ذاتِ گرامی پر اس نئے چیلنج کا ذرہ بھر بھی اثر نہ ہوا ۔

مرزا صاحب نے ۱۵ دسمبر ۱۹۰۰ء کے ستر دن بعد اعجاز المسیح کے نام سورۃ فاتحہ کی تفسیر شائع کی ۔ اس تفسیر نے مرزا صاحب کے تمام دعووں پر پانی پھیر دیا ۔ اس تفسیر کی زبان محاورہ سے محروم ۔ لغوی اور نحوی اغلاط اور مسروقہ عبارات سے پُر تھی اس تفسیر سے مرزا صاحب کی مُراد بر نہ آئی ۔ اور مسلمانوں نے شدید مطالبہ کیا کہ مرزا صاحب حیلوں بہانوں کو چھوڑ کر حضرت قبلہ کی کتاب "شمس الہدایت" کا جواب دیں ۔ چنانچہ مجبور ہو کر مرزا صاحب نے مولوی محمد احسن امروہوی سے "شمس بازغہ" لکھوائی ۔

اس اشاعت کے بعد حضرت نے اعجاز المسیح اور شمس بازغہ کے جواب میں اپنی شہرۂ آفاق کتاب "سیف چشتیائی" تصنیف فرمائی جو ۱۹۰۲ء میں شائع ہو کر برصغیر کے علماء و مشائخ، دینی مدارس اور مذہبی اداروں میں مُفت تقسیم کی گئی اس میں حضرت نے مرزا صاحب کی تفسیر پر تقریباً ایک سو اعتراضات فرمائے "سیف چشتیائی" کی اشاعت کے موقعہ پر حضرت نے ایک بیان جاری فرمایا ۔ جسے یہاں تبرکاً نقل کیا جاتا ہے ۔ اس بیان

سے تمام معرکہ کا پس منظر سامنے آجاتا ہے۔

قابلِ توجہ اہلِ اسلام

اس ہیچمدان، خوشہ چیں علمائے کرام کو مطابق قول السّلامۃ فی الواحدۃ گوشہ نشینی پسند رہی ہے۔ تصنیف و تالیف کا شوق نہیں کیونکہ یہ امور یا تو بغرض شہرت و نام آوری یا بالغرض حصول دولت کیے جاتے ہیں۔ سو اس خاکسار کو ان دونوں امور سے نفرت ہے۔ آج کل کے ابنائے زمان ان کے کمالات کو پسند کرتے ہیں جو منجملہ تعلیمات یورپ کے ہیں اور جس سے یہ عاجز ناواقف ہے۔ اس طرزِ قدیم سے جس پر زمانۂ سلف کے بزرگانِ دین تصنیف و تالیف کرتے آئے ہیں اور جس سے اس ہیچمدان کو قدرے موانست ہے۔ نفرت رکھتے ہیں۔

باوجود ان موانعات کے چند احباب کے اصرار پر رسالہ "شمس الہدایت" لکھا گیا ہے۔ جس سے مراد نہ تو طلب شہرت نہ حصولِ دولت تھی بلکہ اصل غرض یہ تھی کہ اعلاء کلمۃ الحق میں کوتاہی نہ ہو اور قیامت میں باز پرس سے بچ جاؤں تو عند اللہ مستحق ثواب ٹھہروں۔

اس رسالہ کے شائع ہونے سے کچھ مدت بعد مرزا صاحب قادیانی اور ان کے مریدوں کی طرف سے بجائے کسی جواب مباحثہ کے لیے اشتہار شائع ہوئے۔ ہر چند مباحثہ کے لیے کل شرائط مرزا قادیانی نے خود ہی تجویز کی تھیں۔ اس طرف سے نہ تو کوئی شرط پیش ہوئی اور نہ کسی شرط کی ترمیم کی درخواست کی گئی۔ اور یہ خادم الفقراء معہ علمائے کرام اور مشائخ عظام تاریخ مقررہ پر لاہور پہنچ کر کئی روز تک محمڈن ہال انجمن اسلامیہ پنجاب

لاہور میں بغرض انتظار مرزا صاحب قادیانی ٹھہرا رہا۔ مگر مرزائے قادیانی، قادیان سے باہر نہ نکلا۔ اس تمام واقعہ کی عوام نے بلا اطلاع میری کے تشہیر کر دی تھی۔ اس لیے اس تشریح کی اب ضرورت نہیں۔

بہت دیر بعد "شمس الہدایت" کے جواب میں مرزا قادیانی کے امروہوی مُرید نے "شمس بازغہ" لکھی اور مرزا نے "تفسیر فاتحہ" چھپوائی تو دوبارہ اہلِ اسلام اور میرے احباب نے مجھے مجبور کیا کہ اس کے جواب میں قلم فرسائی کروں گو بہت انکار کیا گیا اور کہا گیا کہ ؎

آں کس کہ ز قرآں و خبر زد نہ رہی
آں است جوابش کہ جوابش نہ دہی

حیراں ہوئے پریشاں ہوئے اس نرگس بیمار نوں

حیراں ہوئے پریشاں ہوئے اس نرگس بیمار نوں دیکھ کے جی
بن پیتے شراب خراب پھرن اس مست سرشار نوں دیکھ کے جی
بن قید زنجیر ہن پھنس گئے اس زلف دی تار نوں دیکھ کے جی
شالا نرگس مست نوں مہر لوڑے کرے مہر بیمار نوں دیکھ کے جی

The Natural Philosophy Of AhleSunant Wal Jamaat www.nafseislam.com

تحریکِ ختمِ نبوّت

تالیف

آغا شورش کاشمیری

ص ۴۸ تا ص ۶۰

www.nafseislam.com

سیّدنا مہر علیشاہ کی ضربِ یداللّٰہی

پنجاب اُن دِنوں علماء سے کہیں زیادہ مشائخ کا صوبہ تھا۔ مغربی اضلاع کے مسلمان زیادہ تر مشائخ ہی کے گرویدہ تھے۔ اور صوبہ کا بڑا حصّہ تعلیمات کے مقابلہ میں کرامات کا شیدائی تھا۔ مرزا غلام احمد صوبہ کے بے پڑھے لکھّے مسلمانوں کو بآسانی شکار کر سکتے تھے۔ کیونکہ انہوں نے الہامات کا کھڑاگ رچالیا اور کئی اضلاع میں ان کا چرچا تھا۔ اکثر مشائخ اور ان کے جانشینوں نے ان کی طرف نگاہ ہی کی اور نہ مرزا صاحب کی حرکات کا نوٹس لیا۔

حضرت پیر مہر علیشاہ بیسویں صدی کے آغاز میں مشائخ پنجاب کے سلسلہ کی سب سے بڑی روحانی شخصیت تھے۔ آپ ۱۸۹۰ء میں حج کیلئے تشریف لے گئے، تو آپ نے دیارِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی میں رہنے کا فیصلہ کرلیا۔ لیکن حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ علیہ الرحمۃ نے اپنے

کشف کی بنا پر آپ سے کہا کہ :

" آپ کے ہاں ایک بہت بڑا فتنہ ظاہر ہونے والا ہے۔ اس کا سدِ باب آپ کی ذات سے متعلق ہے۔ آپ وہاں خاموش بھی بیٹھے رہے تو بھی ملک کے علماء اس فتنہ کی زد سے محفوظ رہیں گے اور عامۃ المسلمین اس کی دستبرد سے بچ جائیں گے۔" (ملفوظات طیبہ مرتبہ فقیر محمد و مولوی عبد الحق)

حضرت قبلہ واپس آ گئے تو مکاشفات و مشاہدات کے ذریعہ آپ کو معلوم ہوا کہ فتنہ مذکور مرزا غلام احمد اور ان کے دعاوی ہیں۔ سید مہر علی شاہ صاحب کے ملفوظات میں درج ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ والہ وسلم نے آپ سے عالم رویا میں فرمایا۔

" غلام احمد میری احادیث کو تاویل کی قینچی سے کتر رہا ہے۔ تم خاموش بیٹھے ہو، اس کا تعاقب و تدارک کرو۔" مرزا غلام احمد نے ۱۸۹۱ء میں اپنے مسیح موعود ہونے کا اعلان کیا تو علماء اُن کے پیچھے پنجے جھاڑ کے پڑ گئے۔ مشائخ کی نگاہ میں مرزا غلام احمد ایک مناظر تھا، جو نظر بظاہر آریوں اور عیسائیوں سے مناظرے کرتا۔ مرزا صاحب کے دعوی نبوت سے پہلے کئی علماء اس کے جوش مناظرہ کی حمایت کرتے اور ان کی تحریروں پر تحسین کرتے تھے۔ مولانا محمد حسین بٹالوی نے اپنے رسالہ " اشاعت السنہ" میں براہین احمدیہ کو اس صدی کا شاہکار قرار دے کر مرزا صاحب کو بے نظیر عالم دین اور صاحب کشف و کرامت لکھا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ سر سید نے بھی مرزا صاحب کے مناظرانہ جذبہ کو سراہا لیکن جونہی مرزا صاحب نے مسیح موعود ہونے کا اعلان کیا، تو اس کا چہرہ سامنے آگیا۔ پچھلے باب میں عرض کیا ہے۔ مولانا محمد حسین بٹالوی سینہ سپر ہو گئے اور مرزا صاحب کی جھاڑ

شروع کی۔ سیّد راس مسعود نے اپنے والد کے جو خطوط جمع کیے ان میں ۲۵۶ صفحہ پر ایک خط ہے جس میں سر سیّد لکھتے ہیں کہ میرزا صاحب کی تصانیف اس قسم کی ہیں۔ جیسا ان کا الہام یعنی نہ دین کے کام کی نہ دنیا کے کام کی۔ بزرگانِ طریقت ابھی اس فتنہ سے آگاہ نہ تھے۔ مثلاً ریاست بہاول پور میں چاچڑاں کے مشہور بزرگ اور صوفی شاعر خواجہ غلام فریدؒ نے مرزا صاحب کے متعلق حسن ظن قائم رکھا۔ آپ نے فرمایا کہ "یہ شخص حمایت دین میں کمر بستہ ہے۔ علماء تمام مذاہب باطلہ کو چھوڑ کر اس نیک آدمی کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں حالانکہ وہ اہلِ سُنت والجماعت ہے اور صراطِ مستقیم پر ہے۔" (ملاحظہ ہو اشارات فریدی) لیکن خواجہ صاحب کے پاس جونہی مرزا صاحب کی نئی کتابیں پہنچیں جن میں ان کے ملحدانہ عقائد اور ظلّی و بروزی نبوّت کی رام کہانی کے علاوہ مسیح موعود ہونے کے دعویٰ کا اندراج تھا تو خواجہ صاحب نے مرزا صاحب سے بیزاری کا اظہار کیا اور علماء کی تائید کی۔ مرزا صاحب نے اپنی کتاب انجام آتھم مطبوعہ ۱۸۹۷ء میں حضرت خواجہ صاحبؒ کو اپنے مکذبین و مکفرین کی فہرست میں شامل کیا؛ تاہم قادیانی مبلغین عوام کی بے خبری سے فائدہ اٹھاتے اور ان کے سامنے خواجہ صاحب کی پہلی عبارت کا حوالہ دے کر زور دیتے کہ ملک کے اتنے بڑے پیر بھی مرزا صاحب کی تحریری بیعت میں شامل ہیں۔ اس کا سادہ دل سامعین پر اثر ہوتا عوام کی گمراہی کے پھیلاؤ کا اندیشہ بڑھا، تو مولانا غلام محمد شیخ الجامعہ بہاول پور جو سیّد نا مہر علی شاہؒ کے مُریدین میں سے تھے کی تحریک پر ملک کے علماء و مشائخ کا بہت بڑا اجتماع خواجہ صاحب کے مزار پر منعقد ہوا۔ اس اجتماع میں نہ صرف قادیانیت پر لگائی گئی۔ بلکہ

مرزا صاحب کا پوسٹ مارٹم کیا گیا۔ مرزا صاحب اور ان کے حواریوں کو یقین ہو گیا کہ علماء انہیں چاروں شانے چت کر رہے ہیں، تو انہوں نے بعض مشہور مشائخ کے نام سے اپنی تائید میں بیانات وضع کیے جن میں مولانا عبد اللہ غزنویؒ رئیس المحدیث بھی شامل تھے۔ اسی طرح سیدنا مہر علیشاہؒ سے بھی ایک خانہ ساز جملہ منسوب کیا کہ آپ نے مرزا صاحب کے ایک مرید سے کہا کہ انہیں قادیاں کی طرف سے عشق الٰہی کی ٹھنڈی ہوا آرہی ہے۔" سیدنا مہر علیشاہؒ نے اپنے حجرے میں آنکھیں بند کئے بحالت بیداری دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قعدہ کی حالت میں جلوس فرما ہیں۔ حضور سے چار بالشت کے فاصلے پر پیر صاحب باادب بیٹھے ہیں لیکن مرزا غلام احمد اس جگہ سے دور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف پیٹھ کئے بیٹھا ہے۔ حضرت پیر صاحبؒ قبلہ نے سیف چشتیائی میں دجال کی صورت سے متعلق اپنے بچپن کا ایک خواب لکھا ہے کہ وہ مرزا صاحب سے ہو بہو مشابہت رکھتا تھا۔ مرزا صاحب نے اپنے مسیح موعود ہونے سے متعلق علماء مشائخ کو خطوط بھیجے۔ تو حضرت پیر صاحب قبلہؒ نے اردو میں "شمس الہدایت فی اثبات حیات المسیح" لکھ کر مرزا صاحب کا طلسم پاش پاش کیا۔ اس میں کتاب و سنت سے واضح فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں، وہ قیامت کے قریب زمین پر تشریف لائیں گے۔ مرزا صاحب کا یہ دعویٰ غلط ہے کہ وہ وفات پا گئے اور مسیح موعود میں ہوں۔ اس کتاب سے قادیان میں تہلکہ مچ گیا اور تمام ملک کے حلقہ علماء میں ان کے دعویٰ مسیحیت کی دھجیاں بکھر گئیں۔ حضرت قبلہ عالم کی اس کتاب پر مولانا عبد الجبار غزنوی نے بے حد تحسین کی۔ مرزا صاحب کی حواس باختگی کا یہ عالم تھا کہ حضرت پیر صاحبؒ کے نام حکیم نور الدین سے ۲۰۔ فروری

سنہ ۱۹۰۰ء کو خط لکھوایا جس میں بارہ سوالات اُٹھائے لب لباب یہ تھا کہ "شمس الہدایت" میں آپ مولویوں اور منطقیوں کے رنگ میں جلوہ گر ہوئے ہیں۔ اس میں صوفیوں کے مشروب کی ذرہ بھر جھلک نہیں۔ ان بارہ سوالوں کے جواب میں قبلہ پیر صاحب نے معرکہ آرا خط لکھا، جو مولانا حافظ محمد غازی نے بصورت اشتہار شائع کر دیا۔ ملک بھر کے علماء و فضلا اس خط کی عبارت پر عش عش کر اُٹھے مرزا صاحب کے معتقدین نے اس کا جواب دینے پر زور دیا، تو مرزا صاحب نے ترنگ میں آ کر ۲۲۔ جولائی سنہ ۱۹۰۰ء کو ایک اشتہار کے ذریعے حضرت قبلہؒ کو عربی میں تفسیر نویسی کے مقابلہ کا چیلنج کیا۔ اس اشتہار کا مضمون نہایت گستاخانہ تھا۔ جن بنیں لوگوں نے اس پر بطور گواہ دستخط کیے تھے۔ ان میں حکیم نورالدین مولوی محمد علی، نواب محمد علی مالیرکوٹلہ، غلام علی ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس جہلم اور بعض دوسرے لوگ بھی شامل تھے۔ اس اشتہار کے ساتھ ایک ضمیمہ بھی شائع کیا گیا۔ جو ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور ۲۰×۲۶ کے چودہ صفحات پر تھا۔ حضرت قبلہ عالم کو اشتہار ۲۶ جولائی کی ڈاک سے ملا۔ آپ نے اسی روز جواب لکھوا کر اگلے روز راولپنڈی سے چھپوایا اور مرزا صاحب کو بذریعہ رجسٹرڈ پوسٹ بھیج دیا۔ اس جواب پر بیس علماء نے بطور گواہ دستخط کیے۔ حضرت قبلہ عالم نے اپنے اشتہار میں مرزا صاحب سے لاہور میں مباحثے کے لیے ۲۵۔ اگست کی تاریخ مقرر کی۔ حضرت قبلہ کی تائید میں پنجاب، سرحد اور دوسرے صوبوں کے بعض علماء و مشائخ نے بھی اپنے دستخطوں سے اشتہار جاری کیے کہ وہ ۲۵۔ اگست کو پیر صاحب قبلہ کے ہمراہ مباحثہ لاہور میں حاضر ہوں گے۔ مرزا صاحب تقریری مقابلہ سے فرار ہو گئے اور تحریری مباحثہ کی تجویز کی۔ حضرت قبلہ عالم نے تحریری مباحثہ قبول کر لیا۔ ملک کے طول و عرض سے ہزارہا مسلمان لاہور پہنچ گئے۔ حضرت قبلہ سوانح حیات

"مہرِ منیر" میں لکھا ہے کہ مسلمانانِ لاہور نے اپنی روایتی مہمان نوازی کا حق ادا کیا استقبالیہ کیٹیاں بن گئیں۔ سرائیں، مسجدیں، مدرسے اور لوگوں کے گھر مہمانوں سے بھر گئے۔ لاہور کے بازاروں میں عوام کے ٹھٹھ سے میلے کی سی کیفیت پیدا ہو گئی۔ یہ پہلا موقع تھا کہ تمام اسلامی فرقوں کے رہنما ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے۔ سُنی۔ اہلِ حدیث اور اہلِ قرآن کے علاوہ لاہور اور سیالکوٹ کے شیعہ مجتہدین نے بھی اس محاذ حضرت قبلۂ عالم کو اپنا قائد تسلیم کرتے ہوئے ان کے نمائندہ ہونے کا اعلان کیا۔ حضرت قبلۂ عالم ۲۴۔ اگست کو گولڑہ سے لاہور پہنچے۔ آپ کے ہمراہ پچاس نامور علماء تھے۔ ان کے علاوہ پنجاب کے دوسرے تمام اضلاع سے مشائخ و علماء چلے آرہے تھے۔ غرض پلیٹ فارم پر ہزارہا انسانوں کا اجتماع تھا۔ وہ جلوس نکالنا چاہتے تھے، مگر آپ نے پسند نہ فرمایا۔ لیکن ہجوم سے مصافحہ کرنے ہی میں کھڑے کھڑے دو گھنٹے صرف ہو گئے۔ آپ نے برکت علی محمڈن ہال اور اس سے ملحقہ عمارات میں قیام فرمایا۔ جہاں رات گئے تک عقیدت مندوں کا تانتا بندھا رہا۔ مباحثہ کے لیے شاہی مسجد کا انتخاب کیا گیا۔ مرزا صاحب کی حفاظت کے لیے پولیس نے زبردست انتظامات کر رکھے تھے، لیکن مرزا صاحب کو نہ آنا تھا، نہ آئے۔ بلکہ عین وقت پر اعلان کر دیا کہ میں کسی قیمت پر لاہور آنے کو تیار نہیں۔ مولوی لوگ مجھے دعویٰ نبوت میں کاذب ثابت کرنے کے بہانے قتل کرانا چاہتے ہیں۔ مرزا صاحب کے اس اعلان سے خود قادیانی جماعت کو سخت مایوسی ہوئی۔ جو وفد مرزا صاحب کو لینے گیا تھا، اس کے بعض ارکان مرزا صاحب کی بیعت سے توبہ کر گئے۔ بعض مایوس ہو کر خانہ نشین ہو گئے، لیکن اس شکستِ فاش کے باوجود مرزا صاحب کے دو مریدوں محمد احسن اور عبد الکریم نے لاہور میں حضرت کی موجودگی کے باوجود اشتہار شائع کیے جن میں مرزا صاحب کی کامیابی کا مفروضہ وضع کیا

اور سُرخی جمائی کہ پیر صاحب گولڑہ شریف نے امام آخر الزماں کے مقابلہ میں فرار کیا ہے۔ قادیانی اُمت کی اس ڈھٹائی سے لوگ سخت بیزار ہوئے اور انہیں یقین ہوگیا کہ مرزا صاحب جھوٹ بول کر زندہ رہنا چاہتے ہیں۔ انہی ایام میں قادیانی جماعت کے ایک وفد نے حضرت قبلۂ عالم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ آپ مرزا صاحب سے مباہلہ کرلیں۔ ایک اندھے اور ایک لنگڑے کے حق میں مرزا صاحب دُعا کرتے ہیں۔ دوسرے اندھے اور اپاہج کے حق میں آپ دعا کریں۔ جس کی دعا سے اندھا اور لنگڑا ٹھیک ہوجائیں۔ وہ سچا ہے۔ اس طرح حق و باطل کا فیصلہ ہو جائے گا۔ حضرت قبلۂ عالم نے جواب دیا کہ "اگر مُردے بھی زندہ کرنے ہوں، تو آجاؤ" یہ جواب پاکر وفد چلا گیا۔ پھر کچھ پتہ نہ چلا کہ مرزا صاحب اور ان کے حواری کہاں ہیں؟ جب مرزا صاحب کی تعلیاں بہت بڑھ گئیں، تو حضرت قبلۂ عالم نے ان کی "ملہمانہ" خوشیوں کا تجزیہ کرتے تھے دو روحانی چیلنج کئے۔ ایک یہ کہ کاغذ پر قلم چھوڑ دو، سچا قلم خود بخود چلے گا۔ اور تفسیر قرآن لکھ دے گا۔ دوسرا یہ کہ حسب عدہ شاہی مسجد میں آؤ ہم دونوں اس کے مینار پر چڑھ کر چھلانگ لگاتے ہیں، جو سچا ہوگا، وہ بچ جائے گا، جو کاذب ہوگا، مرجائے گا۔ مرزا صاحب نے جواب میں اس طرح چپ سادھی، گویا دنیا سے رخصت ہوگئے ہیں۔

مرزا کے اس فرار کی اس روداد کو ۹۵ علماء اور ۱۲ روساء نے اپنے دستخطوں سے شائع کیا۔ ان دستخط کنندوں میں کرنل راجہ محمد عطاء اللہ خاں سابق سفیر کابل، چوہدری محمد سلطان خاں بار ایٹ لاء، مرزا محمد ظفر اللہ خان مجسٹریٹ درجہ اول لاہور، خلیفہ عماد الدین انسپکٹر مدارس، مرزا محمد ابراہیم قزلباش اور میاں الطاف حسین رئیس لاہور تھے۔ حضرت پیر قبلہ صاحب گولڑہ شریف واپس چلے گئے، تو مرزا صاحب نے اپنی افتادِ طبع کے مطابق ۲۸ اگست ۱۹۰۰ء کو ایک اور اشتہار شائع کیا۔ اس میں تحریری

مقابلہ کا اعادہ کرتے ہوئے آئیں بائیں شائیں کی۔ ایک دوسرے اعلان میں کہا کہ وہ تفسیر فاتحہ لکھ رہے ہیں۔ پیر صاحب بھی تفسیر فاتحہ لکھیں۔ اس کے بعد اگر اہل علم قسم کھا کر اعلان کریں کہ پیر صاحب کی تفسیر میری تفسیر سے بہتر ہے، تو میں اپنی طرف سے پانچسو روپیہ بطور انعام پیش کروں گا۔ مرزا صاحب خلقتاً اس قمار بازی کے دعادی تھے۔ اس اعلان کے ۷۰ دن بعد مرزا صاحب نے "اعجاز المسیح" کے نام سے سورۃ فاتحہ پر اپنی تفسیر شائع کی تمام علماء و فضلاء اور عربی زبان کے اساتذہ اس پورج نگاری پر حیران رہ گئے۔ مرزا صاحب کی تفسیر نہ صرف محاورۂ عربی سے محروم، لغوی اور نحوی اغلاط سے مملو اور مسروقہ عبارات سے پُر تھی، بلکہ خود غلط املا غلط، انشاء غلط کا پلندہ تھا۔ مرزا صاحب کے اس سے دو احمد مُراد ہیں۔ احمد اوّل حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور احمد دوم مرزا غلام احمد قادیانی ہیں۔ مرزا صاحب کے مُرید محمد احسن امروہوی نے "شمس الہدایت" کے جواب میں "شمس بازغہ" لکھی حضرت قبلہ عالم نے اعجاز المسیح اور شمس بازغہ کے رد میں سیف چشتیائی لکھی، جو ۱۹۰۲ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب کا پورا حظ تو حضرات علماء و فضلاء ہی اٹھا سکتے ہیں، لیکن اردو دان حضرات بھی اس سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ کتاب کا حجم ۴۰۰ صفحات ہے۔ مولانا فضل حق پرنسپل مدرسہ عالیہ رامپور نے اس کتاب کے متعلق کہا تھا کہ یوں تو حضرت کے بہت سے کمالات بیان ہوتے ہیں، لیکن میں تو اس دماغ کا شیدائی ہوں، جس سے سیف چشتیائی ظہور میں آئی ہے۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے اپنی تفسیر بیان القرآن میں سیف چشتیائی سے متعلق لکھا ہے کہ حیات و موت عیسوی کی بحث سیف چشتیائی قابل مطالعہ ہے۔ علامہ انور کاشمیری علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب عقیدۃ الاسلام فی حیاۃ عیسیٰ علیہ السلام کے دیباچہ میں سیف چشتیائی کو مسئلہ حیات مسیح پر ایک بہترین تحریر قرار دیا

ہے۔ لیکن مرزا صاحب نے لکھا کہ پیر صاحب گولڑہ شریف خبیث ہیں اور ان کے منہ سے جو کچھ نکلتا ہے۔ خبث ہے۔ (معاذ اللہ)

مرزا صاحب گالیوں کے پیغمبر تھے۔ اپنے علمی حریفوں کو گالی دینا اور انگریزی حکام سے ان کی مخبری کرنا کہ وہ سلطنت برطانیہ کے بدخواہ ہیں۔ حضرت قبلہ پیر صاحبؒ کی بدولت مرزا صاحب جمہور المسلمین میں رسوا ہو گئے اور مسلمانوں کے دلوں پر ان کی تکفیر نقش ہو گئی۔ یہ مرزا صاحب کیلئے ایک حادثہ عظیم تھا۔ وہ اب تک علماً کی مزاحمت کے باوجود مسلمانوں میں اپنے عقائد سے نقب لگا رہے تھے لیکن پیر صاحب قبلہ کی بدولت مسلمانوں میں ان کے لیے کوئی جگہ نہ رہی۔ الا ان گھرانوں کے جو ان کے فریب کا شکار ہو چکے تھے یا حکومت کی ضرورتوں نے ان کے گرد انہیں جمع کر دیا تھا اور وہ اس طرح سرکاری فوائد حاصل کرنا چاہتے تھے۔ مرزا صاحب نے علماء و مشائخ کے خلاف بکنا شروع کیا۔ پیر صاحب کے خلاف ایک ہجویہ نظم لکھی۔ اس کے دو شعروں کا ترجمہ مولانا سید ابو الحسن ندوی نے اپنی کتاب "قادنیت" کے صفحہ ۱۴۷ پر اعجاز احمدی صفحہ ۷۵، سے نقل کیا ہے۔ مرزا صاحب نے لکھا ہے۔

> "پس میں نے کہا کہ اے گولڑہ کی زمین تجھ پر لعنت۔ تو ملعونوں کے سبب ملعون ہو گئی۔ پس تو قیامت کو ہلاکت میں پڑے گی۔ اس فرومایہ نے کمینہ لوگوں کی طرح گالی سے بات کی ہے اور ہر ایک آدمی خصومت کے وقت آزمایا جاتا ہے۔"

مرزا صاحب کو گالی بکنے پر ٹوکا گیا تو ازالہ اوہام میں لکھا کہ قرآن مجید میں گالیاں بھری ہوئی ہیں۔

اس طرح مرزا صاحب کا حقیقی چہرہ لوگوں کے سامنے آگیا۔ ازالہ اوہام ہی کے صفحہ ۲۱۰ پر لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورہ الزلزال کے

معنی غلط سمجھے۔ لیکھرام کی موت سے متعلق ایک اشتہار میں لکھا کہ قرآن خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔ ازالہ ہی میں لکھا کہ انبیاء علیہم السلام جھوٹے ہوتے ہیں صفحہ (۶۲۸، ۶۲۹) اسی کے صفحہ ۶۸۸ اور ۶۸۹ پر لکھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی بھی غلط نکلی۔ مزید فرمایا کہ ان کی اپنی تصنیف براہین احمدیہ خدا کا کلام ہے (صفحہ ۵۳۲) قرآن شریف میں جو معجزے ہیں، وہ مسمریزم ہیں (صفحہ ۴۸، تا ۵۱) مکہ، مدینہ اور قادیاں کا نام قرآن شریف میں اعزاز کے ساتھ لکھا ہوا ہے (صفحہ ۷۶، ۷۷)، قادیاں کا بیت الفکر مثل حرم کعبہ ہے (صفحہ ۵۵۸)، رسول اکرمؐ خاتم النبیین والمرسلین نہیں ہیں (صفحہ ۴۲۴، ۴۲۱)، قیامت نہیں ہوگی، تقدیر کوئی چیز نہیں (ازالہ اوہام سرورق صفحہ دوم)، عذاب قبر نہیں ہے (صفحہ ۴۱۵)

قبلہ پیر صاحب نے مرزا صاحب کے ان "ملفوظات" کو اشتہارات کے ذریعہ علماء و مشائخ تک پہنچا دیا۔ تمام لوگ جو مرزا صاحب سے حسن ظن رکھتے تھے، ان خرافات کو پڑھ کر ششدر رہ گئے اور انہیں یقین ہو گیا کہ مرزا صاحب آئمہ تلبیس کے سلسلہ کا ایک فرد ہے اور اس کے دعاوی اسلام کو سبوتاژ کرنے کی ایک خوفناک تحریک[1] ہیں

میرزا صاحب کو یقین ہو گیا کہ مسلمانوں میں اب اُن کا چراغ نہیں جل سکتا، تو اپنے ملہمانہ حربے کی پناہ لی اور لکھا کہ پیر گولڑہ شریف ان کی زندگی ہی میں موت کا شکار ہو جائیں گے۔ لیکن میرزا صاحب اپنے پیروؤں کے خاص حلقے میں اس قسم کی تعلیاں ہانکا ہی کرتے تھے۔ ہوا یہ کہ میرزا صاحب

---

[1] مہر منیر حضرت سید مہر علیشاہؒ کے سوانح حیات ہیں۔ مؤلف ہیں مولانا فیض احمد صاحب فیض جامعہ غوثیہ گولڑہ شریف کتاب کے صفحات ۴۰۶ ہیں اس کے ۳۰۴ صفحات میں اس ساری تفصیلات درج ہیں۔

۲۶۔مئی ۱۹۰۸ء کو لاہور میں اپنے ایک معتقد کے بیت الخلاء میں دم توڑ گئے اور پیر صاحب قبلہ مرزا صاحب کی ملہمانہ لیکن ابلیسانہ پیشگوئی کے باوجود مزید ۱۵ دن کم ۲۹ سال زندہ رہے۔ آپ کا وصال ۱۱ مئی ۱۹۳۰ء کو ہوا۔ اس دوران میں قادیانی اپنے کھونٹے سے بندھ چکے اور ان کے چہرے کی تمام نقابیں اتر چکی تھیں۔ حضرت مہاجر مکی علیہ الرحمۃ نے پیر صاحب قبلہ سے کہا تھا کہ آپ کے وہاں ہونے سے فتنہ سر نہیں اٹھا سکے گا۔ میرزا غلام احمد کو حضرت پیر صاحب کے ارٹنگے پر لا کر ایسی پٹخنی دی کہ مرزا صاحب اس کے بعد چت ہو کے رہ گئے۔ حتیٰ کہ پانچ چھ برس ہی میں اسہال کا شکار ہو کر مرض الموت کی نذر ہو گئے۔ میرزائیت کی تبلیغ کا ہر دروازہ بند ہو گیا۔ قادیانی امت ساڑھے تین کروڑ پنجابی مسلمانوں میں دو ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ نہ ہو سکی اور وہ بھی چالیس پنتالیس برس میں اس تعداد کو پہنچی۔ واضح رہے کہ مرزائیوں نے مسلمانوں کے اس مطالبہ پر کبھی صاد نہیں کیا کہ اپنی مردم شماری کرائیں کیونکہ اس طرح ان کا پردہ چاک ہوتا تھا۔ ادھر پیر صاحب قبلہ کے روحانی تصرفات تھے کہ میرزا صاحب کی موت کے بعد مرزائیت کا مذہبی سانچہ یکسر ٹوٹ گیا۔ جن گنے چنے لوگوں نے قادنیت قبول کی وہ اسلام سے نابلد، معاشی ضرورتوں کے تابع اور عقل کی طاعون کا شکار تھے۔ میرزا صاحب کے فرزند میرزا بشیر الدین محمود نے یہی چلن اختیار کیا کہ اپنی جماعت کی مذہبی چھاپ کو برقرار رکھا اور ایک ایسا سیاسی گروہ پیدا کیا جو برطانوی ضرورتوں کی چاکری میں منفرد ہو۔ میرزا محمود نے اس غرض سے ان تمام مسلمانوں کو جو ان کے والد کو نبی نہیں مانتے تھے اپنے والد کی طرح کافر قرار دیا۔ اور ان سے بطور مسلمان ہر ہمدردی ختم کر دی۔ پہلی جنگ عظیم میں مسلمانوں کی شکست پر چراغاں کیا۔

قادیانی امت نے دنیائے اسلام میں برطانوی عملداری کی خاطر جاسوسی کے فرائض سنبھال لیے۔ ہندوستان کی اسلامی سیاسیات میں انگریزوں کی منشاء کے مطابق کام کیا۔ کئی ایک قادیانی جن کا میرزا بشیر الدین محمود کی مصلحتوں کے نزدیک ہندوستان میں رہنا ضروری تھا۔ وہ سی۔ آئی۔ ڈی سے منسلک ہو گئے۔ میرزا بشیر الدین نے خلیفہ ثانی کی حیثیت سے اپنا سفر مارچ ۱۹۱۴ء میں شروع کیا اور یہ جنگ عظیم اوّل کا زمانہ تھا۔ انگریزوں کو خلافت عثمانیہ کو تہس نہس کرنے کے لیے جن مہروں کی ضرورت تھی۔ میرزا بشیر الدین محمود نے ایک مسلمان کے روپ میں، اس ضرورت کو پورا کیا۔ عربوں کو ترکوں کے خلاف بھڑکانے میں ان کے دو سالوں، زین العابدین ولی اللہ اور میجر حبیب اللہ نے سکاٹ لینڈ یارڈ کے حسب ہدایت نہایت جانفشانی سے کام کیا۔

مولانا ظفر علی خاں حیدر آباد سے علیحدہ ہو کر اپنے گاؤں کرم آباد آچکے تھے۔ انہوں نے اپنے والد کی رحلت کے بعد یکم جنوری ۱۹۱۰ء سے زمیندار کی ادارت سنبھالی، تو جنگ کے آغاز تک گاہے گاہے قادیانیت سے چھیڑ چھاڑ کرتے رہے "زمیندار" جون ۱۹۱۵ء تک نکلتا رہا۔ پھر سر مائیکل اڈوائر نے بند کر دیا۔

مولانا نے ۱۹۱۶ء میں علمی و ادبی بنیادوں پر ہفتہ وار ستارۂ صبح شائع کیا جو پہلے کرم آباد سے نکلتا تھا، پھر لاہور سے روزنامہ ہو گیا۔ مولانا نے قادیانیت کا محاسبہ اس سختی سے کیا کہ میرزا بشیر الدین محمود اور ان کے زلہ خوار بدحواس ہو گئے۔ میرزا بشیر الدین محمود نے سر مائیکل اڈوائر کو خفیہ خط لکھا۔ وہ حیدر آباد دکن ہی سے مولانا کا مخالف تھا اس کے عناد سے اکتا کر مولانا کو پنجاب چھوڑ کر دوبارہ حیدر آباد جانا پڑا۔ ستارہ صبح بند ہو گیا۔ جنگ

اول ختم ہوئی، تو مارچ ۱۹۲۰ء میں "زمیندار" کو دوبارہ ڈیکلریشن ملا اور قادیانی، زمیندار کا مستقل موضوع ہو گئے۔ مولانا قید سے باہر ہوتے تو قادیانیت کے شرعی الٹے تلتوں پر تابڑ توڑ حملے کرتے اور مرزائی امت کے اعمال وافکار کی اس بری طرح خبر لیتے کہ انہیں مسلمانوں کے گرد و پیش سانس لینا مشکل ہو جاتا۔ مولانا نے چند برسوں ہی میں قادیانی مسئلہ کو عوامی تحریک بنا دیا۔ ادھر احرار رہنما اپنی دینی افتاد کے باعث شروع ہی سے قادیانیت کے محاسب تھے۔ ادھر تحریک کشمیر ختم ہوئی۔ تو مجلس احرار نے قادیانی مسئلہ ہاتھ میں لے کر قادیانی امت کو ایسا بے نقاب کیا کہ اس کا خواب و خور حرام ہو گیا۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری قادیانیت کے لیے گرز البرز شکن تھے، علامہ اقبال نے مئی ۱۹۲۵ء میں قادیانیت کے قلعہ پر آخری ضرب لگائی۔ کہ علمی دنیا میں اس کا ناطقہ ہو گیا۔ اور وہ افرنج زدہ مسلمان جو مسئلہ ختم نبوت سے بے خبری کے باعث قادیانیوں سے مروت برتتے تھے، ان سے ذہنی طور پر بیزار ہو گئے علامہ اقبال نے پنڈت جواہر لال نہرو کے جواب میں قادیانیت پر جو کچھ لکھا وہ اس قدر جامع دمانع تھا کہ مولانا عبدالمجید سالک کے الفاظ میں حالانکہ وہ قادیانیوں کے بارے میں روادار تھے کسی سے ان علمی نکات کا جواب نہیں ہو سکا۔ (ذکر اقبال ص۲۱۱) اور نہ ان نکات کا جواب مرزائیت کے بس میں تھا۔

اور یہ سب کچھ پیر صاحب قبلہ کی زندگی میں ہوا۔ واضح رہے کہ حکومت نے مولانا ظفر علی خاں کے خلاف جب بغاوت کے الزام میں حضرو ضلع کیمل پور میں ایک تقریر کی بنا پر مقدمہ چلانے کا ارادہ کیا تو سید لال شاہ سپرنٹنڈنٹ پولیس نے استغاثہ کے گواہوں میں پیر صاحب قبلہ کا نام لکھوا دیا، لیکن پیر صاحب

نے سرکار کی خواہش واحرار کے باوجود گواہی دینے سے انکار کر دیا اور لعل شاہ سے کہا، آپ اسے قید کرانا چاہتے ہیں۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے پہلی بیعت پیر صاحب قبلہ ہی کے دست مبارک پر کی۔ اور اپنے لیے سحر بیانی کی خواہش واستدعا کی۔ پیر صاحب قبلہ نے آپ کو ایک ورد بتایا، جو آپ ہر تقریر سے پہلے زیر لب پڑھتے۔ پھر تقریر شروع کرتے اور مجمع ان کی مٹھی میں ہوتا۔

علامہ اقبال ؒ نے قادیانی مسئلہ پر علامہ انور شاہ نور اللہ مرقدہٗ کے علاوہ حضرت پیر صاحب قدس سرہٗ کو بعض مسائل سے آشنائی کے لیے خطوط لکھے۔ قادیانی میرزا صاحب کی نبوت کے لیے جن صلحاء اُمت کے ملفوظات کا سہارا لیتے ان میں محی الدین ابن عربی سرفہرست تھے۔ ابن عربی نے فتوحات مکیہ میں لکھا ہے کہ: "ایک مسلمان ولی کے لیے بھی روحانی ارتقاء کے دوران میں ایسے تجربات ممکن ہیں جنہیں صرف شعور نبوت سے مختص مانا جاتا ہے۔" لیکن "فتوحات مکیہ" میں کئی مقامات پر شیخ محی الدین ابن عربی نے تصریح فرمائی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص پر نبی یا رسول کا اطلاق ممکن ہی نہیں ملاحظہ ہو سیف چشتیائی صفحہ ۲۲۹۔ لیکن مرزا صاحب تحریف کے عادی تھے جس کی تحریف سے قرآن وحدیث نہ بچ سکے۔ اس کے سامنے فتوحات مکیہ کیا چیز تھی۔ پیر صاحب ابن عربی کے فلسفہ پر کامل نگاہ رکھتے اور اس سلسلہ میں اپنی نظیر آپ ہی تھے۔ علامہ اقبال نے قادیانیوں کی متذکرہ اُپج کے بارے میں آپ سے استفادہ کے بعد اپنے بیان میں اس کی کاٹ کی۔ غرض پیر صاحب نے وصال فرمایا تو اس وقت تک مسلمانوں نے قادیانیوں کو عملاً الگ کر دیا تھا اور مختلف محاذوں پر تحریک ختم نبوت کے سرخیل مولانا ظفر علیخاں، سید عطاء اللہ

شاہ بخاری اور علامہ اقبال تھے۔ ہر سہ کو حضرت پیر مہر علیشاہ صاحبؒ سے بالواسطہ و بلاواسطہ فیض پہنچا تھا۔ حضرت پیر صاحبؒ نے میرزا غلام احمد کو پچھاڑا۔ ان ہر سہ اکابر نے اس کے بیٹے میرزا بشیر الدین کو اس طرح پٹخا کہ قادیانی اُمت مذھبًا جاں بلب ہو گئی۔

سیدنا مہر علیشاہ قدس سرہٗ العزیز کے بعد آپ کے فرزند سید غلام محی الدین شاہ جانشین ہوئے۔ آپ نے تعلیم و تربیت کے علاوہ اپنے یگانۂ عصر والد قدس سرہٗ کی نگاہ سے فیض حاصل کیا اور ایقان و عرفان کی متصوفانہ منزلیں طے کی تھیں۔ آپ کو اعلیٰ حضرت نے بابوجی کہہ کر مخاطب کیا تو خانوادۂ طریقت میں اسی لقب سے معروف ہو گئے۔ راقم کو آپ سے سولہ برس نیاز رہا۔ آپ نے ۱۹۵۹ء میں حرمین شریفین سے واپسی پر راقم کے غریب خانہ کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے سرفراز کیا۔ اس دن سے آپ کے وصال جون ۱۹۷۴ء تک احقر کو آپ سے قربت کا شرف حاصل رہا۔ ہر چیز قربت سے کشش کھو دیتی ہے۔ لیکن آپ کا وجود فی الواقع معرفتِ حق کا خزینہ تھا۔ آپ سے قرب ارادت پیدا کرتا اور محسوس ہوتا کہ اللہ کی زمین پر معجزۂ الٰہی ہیں۔ آپ بلاشبہ ایک ولی اللہ اور جود و سخا کے انسان تھے۔ آپ کے وجود میں وہ تمام اوصاف متجلی نظر آتے جو قرنِ اولیٰ میں صحبت یافتگان رسالت کی خصوصیت تھے۔ آپ علائق دنیا سے اس حد تک بے نیاز تھے کہ آپ کو معلوم ہی نہ تھا، دنیا کیا ہے اور اس کے شب و روز کیا ہیں؟

فیلڈ مارشل ایوب خان نے اقتدار سنبھالا اور دارالحکومت راولپنڈی لے گئے تو آپ سے رابطہ پیدا کرنا چاہا۔ اپنا سیکرٹری بھیج کر آپ کو یاد کیا۔ راقم بھی وہیں تھا صدر ایوب کی سیکرٹری نے اخلاص کا اظہار کیا اور پیغام دیا کہ صدر آپ سے ملنے کے متمنی ہیں اور مجھے اسی غرض سے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔ قصرِ صدارت

کو شرف بخشے۔ آپ نے یہ متقضائے نعم الامیر علی باب الفقیر و لبس الفقیر علی باب الامیر یعنی امیر وہ ہے جو فقیر کے دَر پر جائے اور بُرا فقیر وہ ہے جو امیر کے دَر پہ حاضر ہو۔ فرمایا میرا معاملہ اپنے رَبّ سے ہے، مجھے ملاقات سے معذور رکھیں تو بہتر ہے۔ ارباب اقتدار سے میل ملاپ اور اس طرز کی راہ و رسم نہ میرے مشائخ کا مشرب رہا ہے اور نہ میرا مسلک ہے۔ صدر کے سیکرٹری چلے گئے۔ پھر ان سے لاہور ملے، اگلی ملاقات کراچی میں کی، لیکن بابوجی کا فقر و استغناء اس رفعت پر تھا کہ اپنے فیصلہ پر قائم رہے۔ فرمایا کہ اقتدار اور فقر اکٹھے نہیں ہو سکتے۔" غالباً اس انکار ہی کا نتیجہ تھا کہ ایوب خاں نے اپنے لیے ایک پیر پیدا کیا، جو طریقت کے سجادہ پر اُن کی سیاست کا ترجمان تھا۔ اس چیز نے راقم کو اس قدر متاثر کیا کہ تاریخ اسلام کی وہ صداقتیں یاد آ گئیں جنہیں پڑھ کر حیرت ہوتی کہ فی الواقعہ جلال و استبداد سے فقر و استغنا نے اس طرح خطاب کیا تھا؛ اور اب راقم دیکھ رہا تھا کہ بابوجی ان صداقتوں کی ترت پھرت تصویر ہیں۔ بابوجی سیاسی انسان بالکل ہی نہ تھے۔ ان کا وجود ایک دینی تحریک تھا۔ وہ نگاہ کرتے اور انسان اپنے اندر ایک انقلاب محسوس کرتا۔ وہ بات چیت کے انسان نہ تھے۔ ان کا ختم نبوت کے مسئلہ سے موروثی تعلق تھا۔ اس غرض سے شخصاً کسی تحریک تنظیم یا مؤتمر میں شامل نہ ہوتے، لیکن سفر و حضر میں دُعا گو رہتے۔ ۱۹۵۲ء کی تحریک میں علماء و صلحاء کی یکجہتی کے لیے لاہور میں مجلس مشاورت کا اجلاس ہوا، تو آپ پہلی دفعہ مدعوین کی زبردست خواہش پر تشریف لائے۔ آپ کا فقید المثال استقبال کیا گیا۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری آپ سے کچھ دیر بعد تشریف لائے اور اگلی صف کی ایک کرسی پر بیٹھ گئے۔ کسی نے کہا شاہ جی! وہ اُدھر پیچھے حضرت صاحبزادہ محی الدین شاہ گولڑہ شریف فروکش ہیں۔ شاہ صاحب نے پلٹ کر دیکھا۔ فوراً

آگے بڑھے۔ آپ کے گھٹنوں کو ہاتھ لگایا۔ جھک گئے، کہنے لگے۔ حضرت آپ آ گئے، بحمداللہ! ہماری نصرت قریب ہو گئی ہے۔ میرے سامنے اعلیٰ حضرتؒ ہیں۔ ہم تو انہی کا مشن لے کر چل رہے ہیں۔ شاہ جی نے دعا کرائی، بابو جی نے دعا کی۔ بابو جی ہی کا فیضان تھا کہ مسلمانوں کے مختلف مکاتیب فکر جو بعض فروعی جھمیلوں کے باعث کبھی اکٹھا نہ ہوتے تھے۔ اس تحریک میں اکٹھے ہو کر قادیانیت سے ٹکرا گئے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ اس تحریک میں دیوبندی، بریلوی، حنفی، اہلحدیث اور شیعہ ایک ہو کر قادیانیت کے خلاف متحد العمل ہوئے۔ حضرت بابو جی اس وقت کے مقتدرین، ملک غلام محمد گورنر جنرل، خواجہ ناظم الدین وزیر اعظم اور میاں مشتاق احمد گورمانی وزیر داخلہ سے بھی ملے۔ انہیں مسلمانوں کے جذبات اور مسئلہ ختم نبوت کی اہمیت سے آگاہ کیا اور اسیران تحریک کی مشکلات کی ازالہ پر توجہ دلائی۔ راقم کو شروع مئی ۱۹۶۸ء میں فیلڈ مارشل ایوب خاں کی ہدایت پر جنرل موسیٰ گورنر مغربی پاکستان نے ڈیفنس آف پاکستان رولز کے تحت بلا معیاد نظربند کیا۔ ہفتہ وار چٹان کا ڈیکلریشن منسوخ کر ڈالا اور چٹان پریس ضبط کر لیا۔ اس کی تفصیلات چٹان کے تذکرہ میں بیان ہوں گی۔ مختصر یہ کہ گورنر موسیٰ راقم کو مروا دینے پر تُل گیا۔ اس نے منصوبہ تیار کیا کہ شورش کی ڈیرہ اسمٰعیل خاں سے کراچی منتقل کرتے وقت بنوں کے راستہ میں مروا دیا جائے۔ اس غرض سے ایک قادیانی انسپکٹر پولیس کو قادیانی سپاہیوں کے ساتھ مقرر کیا گیا۔ اس کا انکشاف ایک بہت بڑے پولیس افسر نے جولائی ۱۹۷۲ء میں راقم سے مری میں کیا۔ اس پولیس افسر سے ملاقات کا باعث حضرت بابو جی قدس سرہٗ تھے[ل] اور وہ غالباً آپ سے بیعت تھا۔

ل تفصیلات باب ۱۱ بہ عنوان چٹان نے تحریک پیدا کی میں ملاحظہ ہوں۔

ان دنوں بابوجی قدس سرہٗ نے راقم کے بچوں کو اپنی شفقتوں میں شریک کیا احقر کی اہلیہ نے آپ سے عرض کیا۔ حضور رحمت اللعالمین ؐ کے صدقہ میں اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم شریک حال ہے، کوئی تردد نہیں نہ کسی چیز کی احتیاج ہے۔ صرف اپنی دعاؤں میں شریک کرلیں۔ ہماری واحد ضرورت یہی ہے"۔ فرمایا۔ "مجھے تو اعلیٰحضرت کا حکم ہے۔ میں اُن کے ارشاد کی تعمیل کر رہا ہوں۔ بفضل تعالیٰ شورش ہر بلا سے محفوظ رہے گا۔ اعلیٰ حضرت کی اُس پر نگاہ ہے"۔

بابوجی نے ۱۹۶۸ء سے لے کر اپنے وصال ۱۹۷۴ء تک ہمارے مؤدبانہ اعتراض و انکار کے باوجود اپنا تلطف جاری رکھا۔ فرماتے "شورش ختم نبوت کا سپاہی ہے اور ہم اس کے دُعا گو ہیں"۔

راقم نے حکومت کی دھاندلی سے تنگ آکر کراچی کے ایام نظر بندی میں ۵۴ روز بھوک ہڑتال کی۔ اس دوران میں حالت خستہ سے خستہ ہوتی گئی۔ نوبت بہ اینجا رسید کہ صبح و شام کا معاملہ ہوگیا۔ کسی وقت بھی منادی آجانے کا احتمال تھا۔ ایوب خاں اور موسیٰ خاں راقم کو موت کی نیند سلا دینا چاہتے تھے۔ پینتالیسویں روز حالت تشویشناک ہوگئی۔ مولانا تاج محمود مدیر "لولاک" نے اکابر کو اطلاع دی۔ ملک کے طول و عرض سے راقم کے نام تاروں کا تانا بندھ گیا "بھوک ہڑتال چھوڑ دو"۔ اس روز دس بجے شب کے لگ بھگ حافظ عزیزالرحمٰن تشریف لائے اور فرمایا کہ انہیں لاہور سے مختلف راہنماؤں کا پیغام آیا اور دین پور شریف سے حضرت مولانا عبدالہادی نے تار دیا ہے۔ ایک اور تار حضرت عبداللہ درخواستی کا ہے کہ بھوک ہڑتال چھوڑ دو۔ تمہاری زندگی ضروری ہے"۔ راقم نے حافظ جی کو ٹال دیا کہ صبح سوچیں گے۔ وہ چلے گئے۔ راقم تین بجے سو گیا۔ اذان کے وقت خواب دیکھا کہ جنت الفردوس کی ایک رُوش پر، سیدنا مہر علیشاہ قدس سرہٗ العزیز علامہ انور شاہ

نور اللہ مرقدہٗ اور سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کھڑے ہیں۔ راقم کے شانہ کو ان کے مقدس ہاتھ نے تھپکی دیتے ہوئے کہا:

"شورش گھبرانا نہیں۔ آخری فتح تمہاری ہے"۔

جب دن چڑھے راقم کو جگایا گیا تو پائنتی کی طرف پروفیسر ڈاکٹر افتخار احمد، کمشنر کراچی اور سپرنٹنڈنٹ جیل کھڑے تھے۔ تینوں آپس میں کانا پھوسی کر کے چلے گئے۔ راقم ایک جاں بلب مریض کی طرح تھا۔ ایکا ایکی دوبارہ آنکھ لگ گئی۔ پروفیسر ڈاکٹر افتخار احمد گورنر موسیٰ سے مل کر لوٹے جھنجھوڑ کے جگایا۔ کہنے لگے... "مبارک ہو، آپ کو حکومت نے رہا کر دیا۔ پولیس چلی گئی۔ اب آپ آزاد ہیں"۔ اس کے بعد انہوں نے انجکشن لگانا شروع کئے اور رات کے آغاز تک انجکشن دیتے رہے اس کے بعد راقم نے ۱۹۶۸ء سے سانحہ ربوہ تک تن تنہا قادیانی امت کا سیاسی محاسبہ جاری رکھا باوجی قدس سرہٗ نے راقم کو صبح شام کی دعاؤں میں شریک کر لیا۔ آپؒ کے روحانی تصرفات کا فیضان تھا کہ راقم کا قلب مضبوط ہوتا گیا۔ پھر جب جون ۱۹۷۴ء سے تحریک کا فیصلہ کن دور شروع ہوا، تو حضرت باوجی نور اللہ مرقدہٗ مرض الموت کے نرغہ میں تھے، لیکن آپ کے معمول میں کوئی فرق نہ تھا۔ آپؒ کو دیکھ کر معلوم ہوتا تھا کہ اللہ والے یہی ہوتے ہیں۔ راقم نے وصال سے چند دن پہلے نیاز حاصل کیا، تو فرمایا۔

"جدوجہد کیئے جاؤ۔ نتیجہ اللہ کے ہاتھ میں ہے"۔ پھر خاموش ہو گئے۔ چہرہ مبارک دمک رہا تھا۔ فرمایا ـــــ "آپ مسئلہ طے ہو کے رہے گا، نصرت آ چکی ہے۔ میں اعلیٰ حضرتؒ کے پاس جا رہا ہوں۔ اُن سے عرض کروں گا۔ آپ نے جس پودے کی آبیاری کی تھی، وہ پھل لے آیا ہے"۔

●

پیغام ختم نبوّت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

محمدؐ نبی پہ نبوت ختم ہے یہ اعلان ہر دم سناتے رہیں گے
کرے دعویٰ اب جو نبوت کا جھوٹا وہ کافر ہے ہم یہ بتاتے رہیں گے
محمدؐ نبی پہ نبوت ختم ہے اگر پوچھو سچ تو یہ نعمت ختم ہے
مذہب ختم ہے شریعت ختم ہے نیا کوئی نہ ہوگا نبی بھاتے رہیں گے
ہمیشہ چلے گی محمدی شریعت سدا قائم رہے گی محمدی نبوت
نبوت رسالت شریعت محمدی کا قانون ہم تو چلاتے رہیں گے
محمدؐ کی جو ہو نبوت کا باغی وہ ہے رب کی بھی ربوبیت کا باغی
خدا اور نبی کے اس باغی کا ہم تو سر تن سے ہر دم اڑاتے رہیں گے
خواہ کوئی بھی ہو یہاں نبوت کا باغی محمد نبی کی ہو سنت کا باغی
حدیث اور قرآں کا جو بھی منکر مسلمان نہیں یہ بتاتے رہیں گے
ہے مسلم وہی جو ہو قرآں کے تابع، حدیث محمدؐ کے فرماں کے تابع
مطابق صحابہؓ کے سنت کا عامل وہی ہے مسلماں سناتے رہیں گے
جسے نہ ہو دل میں صحابہؓ کی الفت محمدؐ نبی کی ہو سنت سے نفرت
صرف نام کے وہ مسلمان ماہی ایسے لوگ دوزخ میں جاتے رہیں گے

محمد شریف ماہی

حضرت کا وصال شریف

حضرت قبلۂ عالم سید پیر مہر علی شاہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، یوم سہ شنبہ ۲۹ صفر المظفر ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۱ مئی ۱۹۳۷ء کی صبح کو نبض کی یہ حالت تھی کہ داہنے ہاتھ کی نبض رُک رُک کر چلتی تھی، اور بائیں طرف یعنی قلب مبارک کی طرف کی نبض حسب معمول جاری تھی۔ ٹمپریچر پہلے ۹۵ ہو کر پھر ۹۰ ہو گیا۔ گیارہ بجے حضرت کو مسند لگا کر تھوڑی دیر کے لیے بٹھایا گیا۔ پھر لٹا کر حسب دستور سرمہ لگایا گیا۔ بوقتِ عصر ساڑھے پانچ بجے دونوں ہاتھ اٹھا کر اشارہ فرمایا جس کی تعمیل میں آپ کو سہارا دے کر اٹھایا گیا اور آپ تکیہ پر سہارا لیے بغیر سیدھے بیٹھ گئے۔ اس وقت حضرت نے اپنی گردن مبارک کو ذرا سا ایک طرف جھکایا اور تبسم فرمایا۔ جس کے تاثرات اور تنویرات کی کچھ تفصیل حضرت کے ایک مرید حاجی خدا بخش ٹوانہ کو ملم ہے

وصال شریف کی کیفیت

حضرت مجدد سید قبلۂ عالم پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال سے کچھ لمحے پہلے ایک صاحب مسمی کرم شاہ قریشی سکنہ غوث پور قریشیاں ضلع ملتان حضور رحمۃ اللہ علیہ کے قدم مبارک دبا رہے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ قدم مبارک میں بجلی کی کرنٹ سی محسوس ہوئی اور میرے ہاتھ اٹھ گئے، یہ کیفیت عالم نمود کی الوداعی جھلک تھی جس میں آں مجسمہ نورانیت سلطان الواصلین نے قاصد محبوب حقیقی، داعی وصال کا روحی لبیک سے خیر مقدم فرمایا۔ بہار نمود نے

نمودِ بہار سے منتقل ہو کر چمنستانِ برزخِ اعلیٰ کی طرف توجہ منعطف کی اور مظہرِ نمودِ بیخفہ رُخِ انور پر زعفرانی رنگ مشاہدہ ہوا۔ چہرہ مبارک کیفِ وصال سے مجسمہ نیاز نظر آیا۔ پھر دوبارہ متوسلین کو الوداعی تلقین میں اسی طرح اسم ذات شریف کا اعادہ فرما کر رو بقبلہ ہو گئے۔ ؎

صورت از بے صورتی آمد بروں

بازشد اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن. (رومیؒ)

تالیف:

حضور سید قبلہ عالم پیر مہر علی شاہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصانیف اور ان کے نام؛

۱. تحقیق الحق فی کلمۃ الحق۔
۲. شمس الہدایۃ فی اثبات حیات المسیح۔
۳. سیف چشتیائی۔
۴. اعلاء کلمۃ اللہ فی بیان مَا اُہِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ۔
۵. الفتوحات الصمدیہ۔
۶. تصفیہ مابین سنی و شیعہ۔
۷. فتاویٰ مہریہ۔
۸. ہدیۃ الرسول۔

یہ تھیں حضرت کی تصانیف اور ان کے نام:۔

یہ کتب آج بھی مکتبہ مہریہ گولڑا شریف اسلام آباد میں دستیاب ہیں۔ اور دوسرے کتب خانوں سے بھی آسانی سے مل جاتی ہیں۔

حضرت کی ہر تالیف ایک سے بڑھ کر ایک ہے۔ فتاویٰ مہریہ جیسی کتاب آج تک دیکھنے میں نہیں آئی۔ اور ہر کتاب اپنی جگہ پر ایک خاص اہمیت کی حامل ہے حضرت نے جماعت اہلسنت کے لیے بہت سے کارنامہ سر انجام دیئے۔

حضرت کی مشہور زمانہ نعت

اَج سِک متراں دی ودھیری اے
کیوں دلڑی اداس گھنیری اے
لوں لوں وچ شوق چنگیری اے
اَج نیناں لائیاں کیوں جھڑیاں
اَلطَّیفُ سَریٰ مِنْ طَلْعَتِہٖ
وَالشَّذْوُ بَدیٰ مِنْ وَفْرَتِہٖ
فَسَکَرْتُ ھُنَا مِنْ نَظْرَتِہٖ
نیناں دیاں فوجاں سر چڑھیاں
مکھ چند بدر شعشانی اے
متھے چمکے لاٹ نورانی اے
کالی زلف تے اکھ مستانی اے
مخمور اکھیں ہن مدھ بھریاں
دو ابرو قوس مثال دسّن
جیں تھیں نوک مژہ دے تیر چھٹن

لباں سرخ آکھاں کہ لعل یمن

چٹے دند موتی دیاں ہن لڑیاں

اس صورت نوں میں جان آکھاں

جانان کہ جان جہان آکھاں

سچ آکھاں تے رب دی شان آکھاں

جس شان تھیں شاناں سب بنیاں

ایہہ صورت ہے بے صورت تھیں

بے صورت ظاہر صورت تھیں

بے رنگ دسے اس مورت تھیں

وچ وحدت پھٹیاں جد گھڑیاں

دسے صورت راہ بے صورت دا

تو بہ رہ کی عین حقیقت دا

پر کم نہیں بے سوجھت دا

کوئی ورلیاں موتی لے تریاں

ایہا صورت شالا پیش نظر

رہے وقت نزع تے روز حشر

وچ قبر تے پل تھیں ہوسی گزر

سب کھوٹیاں تھیسن تدکھریاں

یُعطِیکَ رَبُّکَ داسی تساں

فَتَرضٰی تھیں پوری آس اساں

لج پال کریسی پاس اساں
وَ اشْفَعْ تُشَفَّعْ صیح پڑھیاں
لاہو مکھ توں مخطط بردِ یمن
من بھانوری جھلک دکھاؤ سجن
اوہا مٹھیاں گایں اَلاؤ مطن
جو حمرا وادی سن کریاں
بجھے توں مسجد آؤ ڈھولن
نوری جہات دے کارن سارے سکن
دو جگ اکھیاں راہ دا فرش کرن
سب انس و ملک حوراں پریاں
انہاں سکدیاں تے کرلاندیاں تے
لکھ واری صدقے جاندیاں تے
انہاں بردیاں مفت وکاندیاں تے
شالا آون وت مجھی اوہ گھڑیاں
سُبْحَانَ اللّٰہ مَا اَجْمَلَکَ
مَا اَحْسَنَکَ مَا اَکْمَلَکَ
کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا
گستاخ اکھیں کتھے جا اڑیاں

تاجدارِ گولڑہ

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
حضرت قبلۂ عالم پیر سیّد مہر علی شاہ

کی مشہور زمانہ نعت کا اُردو ترجمہ اور
تشریح

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد غلام حسن القادری مدظلہ العالی
کے قلم سے

مفتی مرکزی دار العلوم حزب الاحناف گنج بخش روڈ لاہور
پاکستان

ترجمہ

آج پیاروں کی چاہت بہت زیادہ ہے اور دل کی اُداسی بڑھ رہی ہے۔
روئیں روئیں میں شوق کا دریا موجزن ہے اور آنکھیں بارش کی طرح کیوں برس رہی ہیں۔

تشریح

آج کا لفظ بتا رہا ہے کہ حضرت قبلہ عالم تاجدار گولڑہ علیہ الرحمۃ نے بڑی خاص کیفیت میں یہ نعت تحریر فرمائی ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بندہ ہر حال میں یادِ خدا میں مست رہتا ہے اور اللہ کے محبوب کے ساتھ اس کا رابطہ کبھی کسی حال میں بھی منقطع نہیں ہوتا مگر بعض حالتیں اس کے لیے معراج کا درجہ رکھتی ہیں کہ محبوب بے نقاب ہو کر سامنے آجاتا ہے اور اس کا نورانی چہرہ دیکھ کر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور اس وقت جو کلام محبوبِ خدا کے محبوب کی زبان پہ جاری ہوتا ہے وہ وہی کلام ہوتا ہے جس کے متعلق مولائے رُوم نے کہا ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

کہ اس کا کہا ہوا خدا کا کہا ہوا ہوتا ہے اگرچہ زبان تو بندے ہی کی ہلتی ہے۔

اور مولائے روم کے مرید صادق علامہ اقبال علیہ الرحمۃ نے ایسے کلام کی تاثیر کو یوں بیان کیا ہے ؎

جو بات دِل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پَر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

یہی وجہ ہے کہ پنجابی زبان میں لکھی ہوئی اس نعت کو سُن کر بڑے بڑے عرفاء پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ سُننے والے کی یہ حالت ہے تو لکھنے والے کی کیفیت کیا ہو گی۔

ترجمہ

خواب میں اُن کی صُورت نظر آئی اور زُلفوں سے خوشبو مہکی جس کے مشاہدے سے میں مدہوش ہوگیا اور آنکھوں کی مستی نے ایسا حملہ کیا کہ شکار ہوگیا۔

تشریح

پہلے تین مصرعے عربی ادب کی جان سمجھ لیجیے محبُوب کی زیارت کی منظر کشی کا یہ انداز دیکھ کر جو نتیجہ نکلا اس کی رفعتوں کا اندازہ کو کشتۂ عشقِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کر سکتا ہے۔

وہ بندہ بڑا ہی خوش نصیب ہوتا ہے جس کو خواب میں سرکارِ دو عالم علیہ السّلام اپنے دیدارِ پُر انوار سے نوازتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے۔

من رانی فی المنام فقد رانی فان الشیطان لایتمثل بی۔ (بخاری و مسلم)

"جس نے مجھے خواب میں دیکھا اُس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری مثل نہیں بن سکتا۔"

جو لوگ حضور علیہ السّلام کے مثل ہونے کی رٹ لگاتے ہیں شیطان

اُن سے کتنا خوش ہوتا ہوگا اور تھپکی دیتا ہوگا کہ جو کام مجھ سے نہ ہو سکا تم نے کر دکھایا۔

ایک اور حدیث کا ترجمہ ہے

" کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا عنقریب جاگتے ہوئے بھی میری زیارت سے سرفراز ہوگا۔"

چنانچہ اس حدیث کی صداقت دیکھیے کہ وادیٔ حمرا میں اعلیٰ حضرت گولڑوی علیہ الرحمۃ کو سرکار نے بیداری میں زیارت سے نواز دیا۔ جس کی تفصیل آئندہ اشعار میں آئے گی ؂

جو ہو ذوقِ یقیں کامل تو اکثر ہم نے دیکھا ہے
وہ خود تشریف لے آتے ہیں تڑپایا نہیں کرتے

مگر محبوب کا یہ جلوہ ہر کسی کو نظر نہیں آتا تو پھر جلوے کا قصور نہیں بلکہ نگاہ کا قصور ہے کہ اس جلوے کو پا نہیں سکتی۔ ؂

ہر ایک کا حصہ نہیں دیدار کسی کا
بوجہل کو محبوب دکھائے نہیں جاتے

ترجمہ

چہرہ چاند کا سا بلکہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا ہے پیشانی پہ نور کی شعاع تجلیاں بکھیر رہی ہے زلف سیاہ ہے آنکھ میں (دیدار الٰہی کی) مستی ہے جس کی وجہ سے ان سے مستی چھلک رہی ہے۔

تشریح

اس شعر میں حسن مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رعنائیوں کو بیان فرما رہے ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین جنہوں نے اپنی آنکھوں سے سرکار کا جمال جہاں آرا دیکھا ان سے پوچھیئے عبداللہ ابن سلام نے دیکھتے ہی کہہ دیا۔

فلما استبنت وجہ رسول اللہ عرفت انہ وجھہ لیس بوجہ کذاب۔ (ابن ماجہ)

"میں نے دیکھتے ہی پہچان لیا یہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔"

حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم جب صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین میں تشریف لاتے تو کسی میں ہمت نہ ہوتی کہ آنکھ بھر کر چہرہ اقدس دیکھ سکے۔ حدیث میں ہے۔ یتلالؤ الجدر بضحکہ

The Natural Philosophy Of AhleSunant Wal Jamaat www.nafseislam.com

دیواریں چمک اُٹھیں۔ عبداللہ بن زید کو خبر پہنچی کہ حضرت کا انتقال ہوگیا ہے کھیتوں میں ہل چلا رہے تھے اسی وقت دُعا کی یا اللہ جن آنکھوں سے تیرے محبوب کو دیکھا ہے ان سے کسی اور کو نہیں دیکھوں گا۔ اپنی آنکھیں لے لے چنانچہ اسی وقت نابینا ہو گئے۔

(مواھب اللدنیہ جلد۲ ص۹۴)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مشہور شعر ہے

لنا شمس وللآفاق شمس وشمسی خیر من شمس السماء
وشمس الدنیا تطلع بعد فجر وشمسی تطلع بعد العشاء

کہ ایک سورج لوگوں کا ہے ایک میرا مگر میرا سورج لوگوں کے سورج سے بہت بہتر ہے کہ لوگوں کا سورج فجر کے بعد طلوع ہوتا ہے لیکن میرا سورج عشاء کے بعد بھی جگمگا تا رہتا ہے۔ ؎

یوں نظر آتے تھے اپنے دوستوں میں مصطفٰے
جس طرح ہے آسمان پہ چاند تاروں میں گھرا

کوئی آگے بڑھا تو یوں کہہ دیا ؎

چاند سے تشبیہ دینا یہ بھی کوئی انصاف ہے
چاند کے چہرے پہ چھائیاں ان کا چہرہ صاف ہے

کسی اور نے تو انتہا کر دی ؎

میں وہ شاعر نہیں جو چاند کہہ دوں اُنکے چہرے کو
میں اُن کے نقش پا پہ چاند کو قربان کرتا ہوں

www.nafseislam.com

ترجمہ

ابرو مبارک کمان کی طرح نظر آتے ہیں جن سے نوک دار پلکوں کے تیر برس رہے ہیں لبہائے مبارکہ سُرخ کہوں یا یمن کے لعل کہوں دانت مبارک سفید جیسے موتیوں کی لڑیاں ہوں۔

تشریح

سرکار کے چہرہ اقدس کے ایک ایک حصّے کو جس انداز سے قلمبند فرمایا انہی حصوں پہ علماء نے پُوری پُوری کتابیں لکھی ہیں۔ طوالت کا خوف نہ ہوتا تو بہت کچھ لکھنے کے لیے موجود ہے آخری مصرعہ میں دندانہائے مبارک کی چمک کو بیان فرمایا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میری سوئی گم ہوگئی رات کے اندھیرے میں تلاش کر رہی تھی کہ سرکار تشریف لائے پُوچھا کیا تلاش کر رہی ہو۔ میں نے بتایا سوئی! حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے، تو اتنی روشنی ہوئی کہ مجھے سُوئی مل گئی۔

(مثنوی شریف)

ترجمہ

اس صورت کو جان کہوں کہ جہان کی جان کہوں سچ
تو رب کی شان کہوں جس سے سب کو شانیں ملی ہیں۔

تشریح

اس شعر میں سرکارِ دو جہاں کی ظاہری شان اقدس اور سراپا حسن و جمال کو پیر صاحب نے جس انداز میں بیان کیا اس کا جواب نہیں اسی تصور کو کسی اور شعراء نے بھی اپنے اپنے رنگ میں بیان کیا۔ کسی نے کہا: ؎

تیری صورت سے نہیں ملتی کسی کی صورت
ہم جہاں میں تیری تصویر لیے پھرتے ہیں

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ نے کیا خوب فرمایا ؎

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے !

ترجمہ

یہ صُورت اس کا جلوہ ہے جو صُورت سے پاک ہے۔
اور اس بے صورت کے حسن کا نظارہ کرنا ہو تو ان کی نُورانی
صورت کو دیکھ لو جب اس میں وحدت کی تجلیاں چمکتی ہیں

تشریح

اس شعر کے بارے میں اس کے علاوہ اور کچھ کہنے کی ضرورت نہیں کہ حدیث شریف میں ہے۔

من رانی فقد رای الحق

"جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا۔"

انہی مقامات کو پیش نظر رکھ کر سرکار گولڑہ نے اسی نعت کے آخر میں فرمایا ؎

کتھے مہر علی کتھے تیری ثناء

اور ایک جگہ فرمایا۔ ؎

چُپ کر مہر علی ایتھے جا نیئں بولن دی

ترجمہ

یہ صورت اُس بے صورت کی طرف راہنمائی فرمائی ہے بلکہ یوں کہہ دینا چاہیئے کہ عین حقیقت کا راہ دکھاتی ہے لیکن کم عقل لوگ کیا جانیں کوئی کوئی کامیابی حاصل کرتا ہے۔

تشریح

جو ان کے دامن سے وابستہ ہوا اسی کو حق کی پہچان حاصل ہوتی ہے صرف علم کے گھوڑوں پر سوار ہونے والے کم عقل لوگ اس حقیقت کو نہیں پا سکتے۔ امام اہلسنت نے فرمایا ؎

ذرّے مہر قدس تک تیرے توسط سے گئے
حدِ اوسط نے کیا صُغریٰ کو کُبریٰ نور کا

المؤمن واصل بالرسول والرسول واصل باللہ

نتیجہ نکلا:

المؤمن واصل باللہ

کوئی درلیاں موتی لے تریاں

ترجمہ

خُدا کرے یہ صُورت نزع کے وقت اور بروز حشر ہمارے سامنے ہو اسی طرح جب قبر کا مرحلہ آئے تو دیدار رسُول ہو تاکہ قبر کی وحشتوں سے بچ جائیں اور قسمت اگر کھوٹی بھی ہے تو کھری ہو جائے۔

تشریح

ایک مسلمان کا یہی عقیدہ ہونا چاہیئے کہ ہماری ہر مشکل کا حل اور دکھ کا مداوہ سرکار کی نظر کرم ہے اسی مضمون کو پیر صاحب سے صدیوں پہلے مولائے روم عشق محبت کے بادشاہ بیان کر چکے ہیں۔

اے لقائے تو جواب ہر سوال
مشکلِ ما حل شود بے قیل و قال

یا رسول اللہ آپ کی ملاقات ہر سوال کا جواب ہے بے شک آپ کی زیارت سے ہر مشکل حل ہو جائے گی۔

تیرے کرم سے میری سلامت ہے زندگی
تیرا کرم نہ ہو تو قیامت ہے زندگی

ترجمہ

وَلَسَوۡفَ یُعۡطِیۡكَ رَبُّكَ فَتَرۡضٰیؕ کا
پیارا خطاب آپ کو ہی ہے اور فَتَرۡضٰی کی خوشخبری
کی ہمیں اُمید ہے کہ اللہ آپ کو یہ مراتب عطا کرے گا کیونکہ
واشفع تشفع والی حدیث شفاعت صحیح ہے جو ہم نے پڑھی
ہے۔

تشریح

اس شعر میں علم و حکمت کے وہ بے بہا موتی ہیں کہ جن کو بیان
کرنے کے لیے بڑا دفتر بھی ناکافی ہے مختصر ہے کہ قرآن میں سورۃ
والضُّحیٰ میں ہے کہ آپؐ کا ربّ آپؐ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی
ہو جائیں گے اور سرکار نے فرمایا میں اس وقت راضی ہوں گا،
جب ساری اُمت جنت میں چلی جائے گی۔ تو ہمیں بھی پھر اُمید
لگ گئی کہ بخشے جائیں گے۔

اسی طرح بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث شفاعت جس
میں ہے کہ میں سجدہ کروں گا اُمت کی بخشش کے لیے تو اللہ تعالےٰ

فرمائے گا

ارفع راسك سل تعط واشفع تشفع

کہ محبوب سر اٹھایئے مانگیئے آپ کو دیا جائے گا شفاعت کیجیئے، قبول کی جائے گی۔

پیر صاحب فرماتے ہیں یہ حدیث موضوع یا ضعیف نہیں ہے۔ بلکہ صحیح حدیث ہے جو ہم نے خود پڑھی ہے اس کے ہوتے ہوئے کیا خطرہ ہے۔ ؎

دوزخ میں میں تو کیا میرا سایہ نہ جائے گا
کیونکہ رسول پاک سے دیکھا نہ جائے گا

ترجمہ

چہرۂ انور سے یمن کی چادر اتاریئے اور دل کو موہ لینے والی شکل دکھایئے اور وہی پیارے بول بولیے جو وادی حمرا میں سننے کو ملے تھے۔

تشریح

وادی حمرا عرب شریف میں ایک گاؤں ہے جہاں صبح کو جاتے ہو پیر صاحب کو دیدار مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہوا جس کی لذت اب تک محسوس ہو رہی تھی اور اس کی یاد مشام جان کو معطر کر رہی تھی اور اس موقع پر ہونے والی گفتگو کانوں میں رس گھول رہی تھی چنانچہ جذبات کنٹرول میں نہ رہ سکے اور سکوت توڑ کر پھر دربار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیارت کی اور چند میٹھی میٹھی باتوں کی درخواست کر رہے ہیں ؎

اے تیری آواز آواز خدا
اور خاموشی تیری راز خدا

www.nafseislam.com

ترجمہ

حُجرے سے نکل کر مسجد میں تشریف لائیے کیونکہ زائرین دیدار کے لیے ترس رہے ہیں دونوں جہاں آنکھوں کو فرش راہ کرنے کے لیے تیار ہیں جن میں انسان بھی ہیں فرشتے بھی ہیں۔ حُوریں اور پریاں بھی ہیں۔

تشریح

پیکرِ عشق و محبت پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ خیر القرون میں عالم تصورات و تخیلات ہی میں جا پہنچے اور صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین تو مسجد نبوی میں دیدار رسُول صلے اللہ علیہ وسلم کی طلب میں بیٹھے دیکھ لیا اور حضور سے عرض کرنے لگے کہ سارا زمانہ دیدار کو ترس رہا ہے ؎

اے تماشہ گاہ عالم روئے تو
تو کجا بہر تماشا می روی

سارا جہاں دیدار کا پیاسا ہے ان کی پیاس بجھائیے وہ تو آپ کی راہوں میں آنکھیں بچھانے کو تیار ہے نہ صرف انسان بلکہ فرشتے بھی حُوریں پریاں بھی ؎

میں ہوا تم ہوئے میر ہوئے ٭ اُن کی زُلفوں کے سب اسیر ہوئے

ترجمہ

آپ کی زیارت کے لیے ترستی اور رونے والے اور لاکھوں بار سے قربان ہونے والے اور آپ کے نام پہ مفت میں بک جانے والے ان غلاموں پہ کاش دوبارہ وہ وقت آئے کہ رُخ وَالضُّحٰی اور زلف وَالَّیْلِ دیکھنی نصیب ہو۔

تشریح

ایک عاشق زار جب محبوب کے ہجر و فراق میں مرغ بسمل کی طرح تڑپتا ہے تو اُس کی کیفیت کا اندازہ عاشق ہی کر سکتا ہے ایک ایک لمحہ اس کے لیے کتنا دراز ہوتا ہے اور پُوری رات سال بن جاتی ہے۔ ؎

مہینے وصل کے گھڑیوں کی صورت میں گزرتے ہیں
مگر گھڑیاں جُدائی کی گزرتی ہیں مہینوں میں

عرض کرتے ہیں سب کچھ قربان ہے جان حاضر ہے بس دیدار کا سوال ہے۔ اور اس کے لیے بارگاہِ ربُ العزت میں دُعا کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے۔

ترجمہ

اللہ ہی کے لیے پاکیزگی ہے اس کے آپ کو کتنا خوبصورت بنایا کتنا حسین اور کتنا کامل۔ مکمل۔ اکمل بنایا ہے بھلا مہرعلی بے چارا تیری تعریف کا حق ادا کر سکتا ہے یہ تو میری شوخ چشمی ہے کہ اتنی بڑی ذات کے ساتھ محبّت کے دعوے کر رہا ہوں۔

تشریح

اس شعر میں آپ نے فعل تعجب کے تین الفاظ جس خوبصورتی سے برتے ہی عربی ادب کا مرقع ہیں تعجب کا اظہار کرتے ہیں کہ آپ کو اتنا حسین بنا دیا گیا ہے کہ اس سے زیادہ حسین ہونے کا تصور بھی ناممکن ہے۔ کسی پنجابی شاعر نے یوں بھی کہہ دیا ہے ؎

اوہ سچا ای رب تے توڑ دِتا ؛ جہدے وچ محمدؐ نوں ڈھالیا سی

اعلیٰ حضرت بریلوی فرماتے ہیں۔

حُسنِ یُوسف دمِ عیسٰی ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

؎ داستانِ حُسن جب پھیلی تو لامحدود تھی
اور جب سمٹی تو تیرا نام بن کر رہ گئی

مطلع میں اپنی عاجزی اور کسرِ نفسی کا اظہار کر رہے ہیں جو بارگاہِ رسالت کے ہر ثناخواں کا طرۂ امتیاز ہے حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا تھا۔

؎ ما ان مدحت محمداً بمقالتی
لکن مدحت مقالتی بمحمد

کہ میں اپنے شعروں سے حضور کی شان بیان نہیں کرتا میں تو حضور کے ذکر سے اپنے شعروں کو عظمت دے رہا ہوں ۔

؎ اعظم میری زبان کہاں اور کہاں وہ ذات
نام اپنا ان کے ذکر سے چمکا رہا ہوں میں

اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے موقع پر یوں کہا ؎

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضاؔ
تجھ سے کُتے ہزار پھرتے ہیں

جیسے امام اہلسنت کے چاہنے والے اس شعر میں کُتے کے لفظ کی بجائے کِتے پڑھ کر اپنی محبت کے تقاضوں کو پورا کرنے میں اسی طرح اعلیٰ حضرت گولڑوی کے کئی عاشق بھی اس آخری

شعر میں گستاخ اکھیاں کی بجائے مشتاق اکھیاں کہہ کر اسم محبت کو ادا کرتے ہیں

پیر صاحب قبلہ کا ایک اور پنجابی شعر اس حقیقت کی خوب ترجمانی کرتا ہے۔ جس میں آپ نے فرمایا ؎

ہوواں میں سگ مدینے دی گلی دا
ایہو رتبہ اے ہر کامل ولی دا

دلی دروازے حزب الاحناف کے سالانہ جلسہ کے موقع پہ قاری غلام رسول صاحب نے شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی علیہ الرحمۃ کی موجودگی میں اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ نعت کے اس آخری شعر میں بجائے کُتّے کے کِتے پڑھا تو ہزاروی صاحب نے فرمایا نہیں وہی پڑھو جو انھوں نے کہا بس پھر کیا تھا پڑھنے والا پڑھتا ہوا رو رہا تھا اور سننے والے سن کر رو رہے تھے یہ منظر دیکھنے والوں کو کبھی نہیں بھولے گا۔

اعلیٰ حضرت گولڑویؒ اور اعلیٰ حضرت بریلویؒ کے کلام میں حیرت انگیز مماثلت موجود ہے کیوں نہ ہو کہ اوّل الذکر نے قادیانی فتنے کا قلع قمع کیا اور ثانی الذکر نے بدعقیدگی اور گستاخی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ایسا جہاد کیا کہ دشمن اب تک سسکیاں لے رہا ہے۔ ؎